عالم اسلام کی نہایت ہی عظیم علمی و روحانی شخصیت، بلند پایہ مفسر و محدث، عبقری فقیہ و مفتی،
تاریخ ساز مفکر و محقق، باکمال ادیب و شاعر غوث العالم حضرت مخدوم
سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی علمی خدمات و کمالات پر مشتمل ایک وقیع و مستند اور اولیں تحقیقی دستاویز
مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی
جہانِ علوم و معارف
مصنف
مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی
باہتمام
گل گلزار اشرفیت سید اوحد الدین معاذ اشرف اشرفی جیلانی مصباحی
ناشر
تاج الاصفیا دار المطالعہ مخدوم اشرف مشن
پنڈوہ شریف ضلع مالدہ (بنگال)
تقریبِ خلعتِ علم و فضل
باسمہٖ وحمدہٖ تعالیٰ
مکرمی .... سلام و تحیت
بفضلِ رب تعالیٰ، بکرم حبیبہ الاعلیٰ، بعطائے غوث الوریٰ، بطفیلِ سراج و نور و زاہد و علا، بعنایتِ تارکِ سلطنت، قدوۃ الکبریٰ، بفیضِ ہم شبیہ غوث الثقلین علی حسین و پیر مصطفیٰ، و بلطفِ اشرفِ علما و اولیا حامد و مجتبیٰ، کوثر و تسنیم کی خنک پھواروں سے میرے ارمانوں کی کلیاں تبسم ریز ہوئیں۔ دیرینہ تمنا ثمر بار ہوئی، گلشنِ حیات میں خورشیدِ علم و فضل طلوع ہوا اور میرے فرزند ارجمند و خلف اکبر، ولداعز و ارشد، قرۃ عینی، مولانا
سید اوحد الدین معاذ اشرف سلمہ الباسط الہادی
۲۰۲۰ء
خانوادۂ اشرفیہ اور اپنے اسلاف و اجداد کی علمی روایتوں کے مطابق ان کے لامتناہی نوازشات اور بے پناہ الطاف و عنایات سے بہرہ ور ہو کر تکمیلِ علوم ظاہری کی سعادت سے فیضیاب ہوئے اور اپنے مشائخ کے فیضانِ روحانی کے ساتھ علمِ دین کی دولتِ لازوال سے بھی ہمکنار ہوئے جس کے اعزاز و شرف میں یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷ جنوری ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ عرس حافظِ ملت کے پر بہار موقع پر میرے جدِ امجد کے لگائے ہوئے چمنستانِ علم و عرفان باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے علما و مشائخ اور اساطینِ ملت کے مقدس ہاتھوں "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے تاجِ زریں اور خلعت و دستارِ علم و فضل سے انہیں نوازا جائے گا۔ لہٰذا اس فیروز مند تقریبِ سعید اور بزم نور میں آپ کی تشریف آوری میرے لیے باعثِ فرحت و انبساط ہوگی۔ فقط والسلام
زینتِ محفل
اساتذہ و مدعو علمائے کرام
چشم براہان
جمیع احباب و اقارب
فقیر گدائے اشرف و جیلاں
سید جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی غفرلہٗ جانشین حضور اشرف الاولیا کچھوچھہ شریف
سربراہ اعلیٰ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف، قطب شہر مالدہ، بنگال
گہوارۂ علم و فن: باغِ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ ۱۳۵۳ھ عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڑھ یوپی
Publisher
Tajul Asfiya Darul Mutala Makhdoom Ashraf Mission
Pandua Sharif, Distt Malda Bengal

عالم اسلام کی نہایت ہی عظیم علمی و روحانی شخصیت، بلند پایہ مفسر و محدث، عبقری فقیہ و مفتی، تاریخ ساز مفکر و محقق، باکمال ادیب و شاعر، اولین اردو نثر نگار، مصنف کتب کثیرہ، مترجم قرآن، بانی سلسلہ اشرفیہ حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ کی علمی خدمات و کمالات پر مشتمل ایک وقیع و مستند اور اولین تحقیقی دستاویز

مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی

جہانِ علوم و معارف

تالیف

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

صدر مفتی و شیخ الحدیث ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی

باھتمام

گلِ گلزار اشرفیت

مولانا سید اوحد الدین معاذ اشرف اشرفی جیلانی مصباحی

کچھوچھہ شریف

ناشر:

تاج الاصفیاء دار المطالعہ مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، ضلع مالدہ، بنگال

نام کتاب	:	مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی جہانِ علوم و معارف
نام مولف	:	مفتی محمد کمال الدّین اشرفی مصباحی
سنہ اشاعت	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق جنوری ۲۰۲۰ء
تعداد	:	۱۱۰۰ (گیارہ سو)
صفحات	:	۱۸۴
ناشر	:	تاج الاصفیا دار المطالعہ مخدوم اشرف مشن، قطب شہر پنڈوہ شریف، ضلع مالدہ، بنگال

ملنے کے پتے

(۱) مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف مالدہ، بنگال (۲) ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی، یوپی۔ (۳) کے جی این بکڈپو، جامع مسجد رام گنج بازار، اسلام پور، اتر دیناجپور، بنگال۔ (۴) مصباحی اکیڈمی مبارکپور، اعظم گڑھ (۵) مکتبہ برہان ملت، مبارکپور۔

مولف سے رابطے

MUFTI KAMALUDDIN ASHRAFI MISBAHI
AIWAN-E-ASHRAF,SAYYED NAGAR,RAEBARELI(U.P.)
NOOR MAHAL ASHRAF NAGAR,HAIDAR PARA,SILIGURI,(W.B.)
DULALIGRAM,RAMGANG,ISLAMPUR,UTTAR DINAJPUR,(W.B.)
Email:kamalmisbahi786@gmail.com
MOB:9580720418

مشمولات

شرف انتساب

میں اپنی اس قلمی کاوش کو سب سے پہلے خلاصہ کائنات رحمت عالم نور مجسم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں نذر کرتا ہوں نیز

☆ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام ☆ مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے جمیع ائمہ کرام وسلف صالحین ☆ اسلام کی تعلیمات سے امت کو روشناش کرانے والے تمام مجتہدین اور مجددین اسلام

☆ سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے تمام مشائخ عظام بالخصوص عطائے رسول غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

☆ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی

☆ آئینہ ہند حضرت اخی سراج الدین عثمان نظامی

☆ مخدوم العالم حضرت شیخ مخدوم علاء الحق پنڈوی خالدی

☆ غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی

☆ شیخ المشائخ اشرف الاولیاء حضرت سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن کے فیضان کرم سے ایک جہاں فیضیاب ہو رہا ہے۔

اسیر مجتبیٰ وخاکپائے اولیا

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی غفرلہ ولوالدیہ

نذرِ عقیدت ومحبت

میں اپنی اس معمولی تحریری کاوش کو اپنے والدین کریمین کی بارگاہِ عالیہ میں نذر کرتا ہوں جو مجھے عالم دین بنانے کی خواہش میں ایام طفولیت ہی میں مجھے داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے لیکن ان کی دعائے سحر گاہی ہمیشہ میرے ساتھ رہی اور آج بھی اس کی بے پناہ برکتیں میں محسوس کرتا ہوں بالخصوص اس مرحوم چچا اور چچی کے نام جنہوں نے مجھے کبھی بھی یتیم ہونے کا احساس ہونے نہ دیا، خاندانی رشتہ اور نسبی قرابتیں نہ ہونے کے باوجود فرشتہ رحمت بن کر مجھے اپنی اولاد کی طرح شفقتوں کے ساتھ پالا اور مجھے عالم دین بنا کر میرے والدین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

میں صمیم قلب کے ساتھ اپنے ان مرحومین کی ارواح کو یہ کتاب ایصال ثواب کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات ومراتب کو بلند فرمائے اور ان کے لحد کو جنت کی کیاریوں کے مثل بنائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

نیز اپنے برادر اکبر محمد عین الحق اشرفی کے نام نذر کرتا ہوں جنہوں نے مجھے طلب علم کی منزل پر گامزن رکھا، جن کی خواہش واصرار پر میں نے اپنا تعلیمی سفر مسلسل جاری رکھا اور جن کی غیر معمولی توجہ ودلچسپی نے مجھے ہمیشہ اپنے مقصد وہدف کی تکمیل کے لئے آمادہ رکھا اور اپنی خواہر کبیرہ محترمہ نور جہاں اشرفی کے نام تعلیمی ادوار سے لے کر آج تک جن کی بابرکت دعائیں ہمہ وقت میرے ساتھ موجود رہتی ہیں۔

نیز میرے گلشن حیات کی ننھی منھی کلیاں نور چشمی سدرہ فاطمہ، بشریٰ فاطمہ، حفظیٰ فاطمہ اور میری حیات زندگی کا سہارا ضعیفی کا سرمایہ قرۃ العین عزیز القدر محمد اشرف جیلانی حفظہم اللہ تعالیٰ کے نام اس آرزو وتمنا اور دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ میری ان تمام شہزادیوں

کو سیرت وکردار میں کنیزان فاطمہ بنائے اور فرزند ارجمند کو دین اسلام کا خادم اور عالم دین بنائے (آمین ثم آمین)

میں بصد خلوص اپنے ان تمام مشفق وکرم فرما اور عزیز واقارب کی بارگاہ میں اس جذبہ خلوص کے ساتھ یہ علمی سوغات پیش کرتا ہوں کہ اس سے بہتر اور قیمتی تحفہ میرے پاس نہیں ہے۔

گر قبول افتذ زہے عز وشرف۔

ابوالاشرف محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

عرض مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامـــــــــداو مصـــــــــلیاو مسلـــــــــما

خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ برصغیر ہندو پاک کا ایک ممتاز، دینی، علمی اور روحانی خانوادہ ہے، جس کی علمی وروحانی خدمات کا دائرہ صدیوں پر محیط ہے، اس عظیم خانوادے میں ایسی ایسی باکمال شخصیات پیدا ہوتی رہی ہیں جن کی علمی، عملی اور تحریکی زندگی آج بھی گم کشتگان راہ کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے، خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر واسلاف نے اپنے اپنے عہد میں علم وروحانیت، اصلاح امت، مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت، اصلاحِ فکر واعتقاد اور زبان وادب کی خدمت وآبیاری میں جو عہد ساز خدمات اور زریں کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، جن کے بارِ احسان سے سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔

بانی سلسلۂ اشرفیہ سلطان التارکین غوث العالم محبوب یزدانی فقیہ لاثانی عالم ربانی وارث علوم سادات نور بخشیہ مصدر علما ومشائخ علامہ مفتی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ النورانی (۷۰۹ھ/ ۸۳۲ھ) کی عبقری اور تاریخ ساز شخصیت کا شمار عالم اسلام کے مشاہیر اور اہل علم صوفیاء کرام میں ہوتا ہے اور آپ کی دینی، ملی اور علمی وروحانی خدمات کا پورا عالم اعتراف کرتا ہے۔ آپ نے فروغ علم، فروغ عشق، فروغ عمل اور تصوف وروحانیت کی دنیا میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ آفتاب نیم روز کی طرح عیاں اور تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے، جس کی ضیاء بار کرنیں صبح قیامت تک روشن وتابندہ رہیں گی اور تشنگان علم ومعرفت اس کی خوشبو سے اپنے مشام جاں کو سدا معطر کرتے رہیں گے۔

یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

کی سیرت وشخصیت کے حوالے سے مختلف ادوار میں اہل علم وقلم نے بہت ساری کتابیں تصنیف وتالیف کیں، لیکن زیادہ تر تذکرہ وسیرت نگاروں نے ترک سلطنت، سفر ہندوستان اور کشف وکرامات جیسے پہلوؤں پر توجہ دی اور ان ہی کے ارد گرد ان کی تحریریں گردش کرتی رہیں، آپ کی حیات زندگی کے دیگر اہم اور قیمتی گوشے باقی اور ادھورے رہ گئے اور ان پر گردش ایام کے دبیز پردے پڑتے چلے گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرور ایام کے ساتھ ساتھ بعد کے لوگ آپ کو صرف ایک ولی کامل اور مرشد برحق کی حیثیت سے جاننے اور پہچاننے لگے اور صرف ایک روحانی پیشوا کے طور پر آپ کی شناخت ہونے لگی، عوام تو عوام خواص میں بھی آپ کے تعلق سے یہی نظریہ قائم ہونے لگا، ان قیمتی گوشے اور دبستان حیات کے اہم اوراق میں آپ کی علمی خدمات وکمالات بھی شامل ہیں، جن پر اب تک خاطر خواہ نہیں لکھا گیا ہے اور جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تفصیل کا متقاضی ہے۔

یہ مجموعہ آپ کی علمی خدمات وکمالات پر مشتمل اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے اور راقم الحروف کی ایک ناقص تحریر ہے، اس کتاب میں آپ کی علمی خدمات اور نادر تحقیقات کے حوالے سے صرف چند شواہد اور کچھ نظیریں پیش کی گئی ہیں، آپ کی علمی خدمات کا دائرہ حد جہاں وسیع ہے ان تمام خدمات کو سمیٹنا اور ان سب کا احاطہ کرنا کسی فرد واحد کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کتاب میں آپ کی علمی بصیرت اور مختلف علوم وفنون پر آپ کی قیمتی تحقیقات کے کچھ ایسے نمونے مذکور ہیں جن سے آپ کے تبحر علمی کا اشارہ ملتا ہے اور ان سے آپ کی علمی جولانیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

میرے لئے یہ بہت مسرت اور سعادت مندی کی بات ہے اور اللہ کریم کے لطف عمیم کا بے پایاں شکر واحسان ہے جس نے اپنے فضل خاص سے ہمیں یہ موقع عنایت فرمایا کہ رب کی قدرت کی نشانی، محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ [جن کی پوری زندگی علم وعمل اور تصوف وروحانیت سے عبارت ہے] کی علمی خدمات وکمالات کو صفحات قرطاس پر سمیٹ کر اصحاب علم وحکمت کے متلاشیوں کی بارگاہ میں یہ علمی سوغات لئے ہم بصد خلوص حاضر ہیں، سب کچھ اسی کی توفیق سے ہے، پھر اس کے رسول کریم رؤف ورحیم کا تصدق اور ہمارے ممدوح گرامی ومرکز عقیدت حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر

سمنانی قدس سرہٗ کے بے انتہا فیوض وبرکات کا ثمرہ کہ ہم سے وہ عظیم کام لیا جس کا میں کسی طرح اہل نہیں اور آج یہ کتاب مختلف مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کی تصحیح اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں کافی خیال رکھا گیا ہے مگر ہزار کوشش وجتن کے باوجود فروگذاشت ممکن ہے، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی اور خامی نظر آئے تو بغرض اصلاح ہمیں ضرور مطلع فرمائیں، ہم آپ کے ممنون ہوں گے، عنوانِ کتاب کے مقصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہیں اس سلسلے میں ہمیں قارئین کے تاثرات کا بھی انتظار رہے گا اور مستقبل کے لئے ان کے گراں قدر تجاویز اور قیمتی مشوروں کا بھی ہم صمیم قلب کے ساتھ خیر مقدم کریں گے۔

ہماری یہ تمام تر قلمی کاوشیں ہمارے اساتذہ کرام کی علمی وفکری حسن تربیت، نیک دعائیں، مخلصانہ مشورے کا ثمرہ ہیں، جن کے افکار وہدایات ہم سب کے لئے نمونہ عمل ہیں اور اپنے مخلص احباب کی حوصلہ افزائی اور نیک خواہشات کا نتیجہ بھی جو خود بھی علمی اور تصنیفی کاموں میں لگے رہتے ہیں اور مجھے بھی وقتاً فوقتاً اس کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

فقیر شکر گزار ہے ان تمام مشائخ عظام اور علماء کرام کا جنھوں نے اس مجموعہ کی ترتیب وتالیف پر ہمیں دعائیہ کلمات سے نوازا اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے گراں قدر تاثرات سے قلب ونگاہ کو جلا بخشا جو اس مجموعہ کے لئے نہ صرف باعث زینت اور سند توثیق کا درجہ رکھتی ہیں، بلکہ باعث افتخار بھی ہیں، بالخصوص میں بے حد ممنون ومشکور ہوں۔

☆ رئیس المحققین، عمدۃ المتکلمین، سند المفسرین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی جانشین حضور محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف۔

☆ مرشد حقانی، پیر طریقت، قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف۔

☆ منبع علم وحکمت، شیخ معرفت وطریقت تاج الاولیاء حضرت علامہ سید شاہ جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی جانشین حضور اشرف الاولیاء وسرپرست اعلیٰ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف ضلع مالدہ بنگال۔

☆ ادیب شہیر مفکر اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کا کہ ان حضرات نے ہماری اس قلمی کاوش کو سراہا اور ہمارے حوصلوں کو بلند کیا۔

کتاب کی ترتیب وتالیف کمپوزنگ وپروف ریڈنگ اور طباعت واشاعت وغیرہ میں جن علم دوست احباب نے کسی نہ کسی حیثیت سے میرا تعاون کیا اور اپنے قیمتی ومفید مشوروں سے نوازا اگر میں ان سب کا شکریہ نہ ادا کروں تو احسان فراموشی ہوگی۔

میں بے حد ممنون ومشکور ہوں اعز ارشد اسلامی اسکالر مولانا مفتی محمد مشتاق احمد اویسی امجدی استاذ ومفتی امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سنٹر ناسک مہاراشٹر کا جنھوں نے نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ اس کتاب کی تصحیح کی، اس کے حسن ومعیار میں اضافہ کیا اور اس کار خیر میں از اول تا آخر میرا بھرپور ساتھ دیا۔

میں شکر گزار ہوں رفیق گرامی حضرت مولانا محمد الفت حسین اشرفی جامعی بھاگلپوری استاذ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف مالدہ بنگال اور محب گرامی مبلغ سلسلہ اشرفیہ جناب ساجد حسین اشرفی متوطن ایٹہری ضلع سہرسہ بہار کا کہ اول الذکر نے اس کتاب کی متعدد بار پروف ریڈنگ کر کے اس کی نوک وپلک کو درست کیا اور ثانی الذکر نے اپنے قیمتی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر تاج الشعرا خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت علامہ سلمان رضا فریدی مصباحی بارہ بنکوی مسقط عمان کو ہم یاد نہ کریں کہ موصوف نے کتاب پریس میں جاتے وقت اس کی خبر سنتے ہی اپنی خوشی کا اظہار کیا اور آنا فانا اس کتاب کے لیے اپنا منظوم تاثر ہمیں مسقط عمان سے ارسال کیا، اللہ عزوجل ان سب کے علم وعمل اور عمر واقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور فیضان مخدومی سے سب کو مالا مال کرے، آمین

اور اخیر میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں گل گلزار اشرفیت نبیرۂ حضور اشرف الاولیا حضرت مولانا سید اوحد الدین معاذ اشرفی جیلانی مصباحی زید علمہ وفضلہ ومجدہ کا جنھوں نے اپنی دستار بندی کے پر بہار موقع پر اپنے جد

امجد سیدی ومرشدی حضوراشرف الاولیا سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ ادارہ ’’مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف‘‘ مالدہ کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت کی اور علم دوستی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے سرکارمخدوم سمناں کی بارگاہ میں احسن طریقے سے خراج عقیدت کا ثبوت پیش کیا، بلاشبہ ان کا یہ علمی اشاعتی کارنامہ فارغین مدارس کے لئے قابل تقلید اورنمونہ عمل ہے، یقینا اس کا صلہ انہیں مخدوم سمناں کے علمی فیوض وبرکات کی صورت میں ضرور ملے گا۔

مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کومقبول انام بنائے اور بارگاہ مخدومی میں اس فقیراشرفی کی خصوصی التجا ہے کہ آپ کے فیض اور سایہ رحمت کے تلے زندگی کے شب وروز گزارنے والے اس ادنیٰ غلام (محمد کمال الدین اشرفی مصباحی) کی اس معمولی قلمی کاوش کواگر بطور نذرانہ آپ شرف قبولیت بخشیں اوراپنے غلاموں کی فہرست میں ہمیں بھی شامل فرمالیں تواس بندہ عاصی کی زندگی کی معراج ہوگی۔

اللہ عز وجل اکابر واسلاف کے نقوش زندگی کو ہم سبھوں کے لئے مشعل راہ بنائے، ہم سب کوسعادت دارین سے شادکام فرمائے اور فیضان مخدومی سے خوب خوب مالامال فرمائے۔

آمین بجاہِ حبیبہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

فقیراشرفی

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

خادم افتا واستاذ حدیث وفقہ

ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی

مقیم حال	مستقل پتہ
اشرف نگر، حیدر پاڑہ، سلی گوڑی	دولالی گرام، قصبہ رام گنج، اسلامپور
بنگال	ضلع اتر دیناجپور (بنگال)

دعائیہ کلمات

عمدۃ المحققین حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الحاج الشاہ

مفتی **سید محمد مدنی اشرفی جیلانی** دامت برکاتہم العالیہ

جانشین حضور محدث اعظم ہند، کچھوچھہ مقدسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

تارک السلطنت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ السامی نہ صرف ایک ولی کامل، عارف حق اور قطب زماں تھے بلکہ علوم باطنی کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری میں بھی بلند مقام رکھتے تھے، خصوصاً قرآن وحدیث، تفسیر وترجمہ، عقائد وکلام، فقہ وتصوف، سلوک ومعرفت، نحو وصرف، بلاغت ومعانی، عربی وفارسی اور اردو زبان وادب وغیرہ بیشتر علوم وفنون پر کامل عبور اور ملکہ راسخہ رکھتے تھے جیسا کہ آپ کی سیرت وسوانح کی کتب ورسائل سے عیاں ہے۔

عزیز گرامی قدر مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی زید مجدہٗ کی زیرنظر کتاب (مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی: جہان علوم ومعارف) میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے علمی کارناموں کا محققانہ تذکرہ ہے، کتاب کے بعض اقتباسات سے اندازہ ہوا کہ مرتب موصوف نے کافی عرق ریزی سے کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ جس کے لیے وہ اس فقیر اشرفی وگدائے جیلانی اور خانوادۂ اشرفیہ کے دیگر افراد ورجال کی طرف سے بجا طور پر مبارکبادیوں کے مستحق ہیں۔

میرے بیٹے مولانا سید حمزہ اشرف سلمہ نے بتایا کہ میرے ماموں زاد بھائی مولانا سید جلال الدین اشرف زید حبہ کے صاحب زادے عزیزم سید اوحدالدین معاذ اشرف اشرفی جیلانی مصباحی سلمہ کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ/ ۲۷؍جنوری ۲۰۲۰ء میں دستار فضیلت سے سرفراز کیا جا رہا ہے، اس پُر بہار موقع پر معاذ میاں زیر نظر کتاب (مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی: جہان علوم ومعارف) کی اشاعت وطباعت کرنے جا رہے ہیں، یہ مسرت افزا خبر سن کر دلی مسرت ہوئی کیوں کہ آج کل جب کہ عام فارغین مدارس ایسے مواقع پر کارڈ اور کلینڈر چھاپنے کو ترجیح دیتے ہیں، معاذ میاں کا یہ اشاعتی اقدام نہ صرف اشاعت علم کی ایک اہم کڑی ہے بلکہ دوسرے فارغین کے لیے عظیم پیغام عمل بھی ہے۔

عزیزم معاذ اشرف سلمہ میرے بیٹے مولانا سید حمزہ اشرف سلمہ کے ہم عصر ہیں، حمزہ میاں عموماً ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں کہ وہ بہت خلیق اور نیک سیرت ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے میری دعا ہے کہ عزیزم معاذ اشرف صبر واستقامت کے ساتھ مخدومی مشن کو آگے بڑھائے، اور ساتھ ہی کتاب کے مرتب مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کی عمر وعمل اور اقبال میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ اشرف المرسلین ﷺ۔

دعا گو

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

ابوالحمزہ سید **محمد مدنی اشرفی** جیلانی

جانشین حضور مخدوم الملت محدث اعظم ہند

۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

کلماتِ تبریک

مرشد حقانی، پیر طریقت، قائد ملت

حضرت علامہ **سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی** مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قدوۃ الکبریٰ تارک سلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نوربخشی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہمہ جہت اور مسلم الثبوت شخصیت سے متعلق متعدد اور مختلف تصنیفات وتالیفات منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جن میں غوث العالم محبوب یزدانی کے احوال وکوائف اور آپ کی پاکیزہ حیات کے متعدد پہلو اور نمونے پر روشنی ڈالی گئی ہے، زیر نظر کتاب "**مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی جہان علوم ومعارف**" بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے مگر ان تمام کتب ورسائل سے منفرد وممتاز اس وجہ سے ہے کہ اس میں خصوصی طور پر علوم ومعارف کا تذکرہ ہے جو کہ محبوب یزدانی کی زندگی کا ایک اہم باب اور قیمتی گوشہ ہے اس پر اب تک کما حقہ نہیں لکھا گیا ہے۔

مصنف کتاب کا انداز بیان اور خامہ فرسائی دلکش ودلنشیں ہے، عنوان کتاب کے حوالے سے اس میں کافی مواد موجود ہے، زیر نظر کتاب میں مولف موصوف نے وحدۃ الوجود، توحید، ذکر، ولایت وغیرہم جیسے مسائل اور شطحیات مشائخ وصوفیا کی نفیس توضیح وتشریح ملفوظات ومکتوبات مخدوم اشرف کی روشنی میں پیش کیا ہے، قارئین کرام بجا طور پر اس سے

استفادہ کر سکتے ہیں۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں عزیز القدر مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی صاحب کو کہ انہوں نے جامِ اشرف سے سرشار متوالوں کے لیے ایک گراں قدر علمی تحفہ اپنی محنت وتلاش اور جستجو سے پیش کیا ہے۔

مولف موصوف ایک ذی صلاحیت عالم دین، باکمال وتجربہ کار مفتی اور متعدد تصنیفات کے مالک ہیں، تقریبا دو دہائی سے درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف کتب ورسائل سے وابستہ ہیں اوران سب میں پختہ کار اور اعلیٰ درک رکھتے ہیں، تحقیق وجستجو ان کا مزاج ہے، اپنی تحریر وقلم اور تقریر وخطابت کے ذریعے مخدومی مشن اور سلسلہ اشرفیہ کے فروغ واشاعت میں لگے ہوئے ہیں جس کا جیتا جاگتا ثبوت مولف موصوف کی یہ اہم اور قیمتی تصنیف اور خانوادہ اشرفیہ سے متعلق ان کی دیگر تصنیفات وتالیفات ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ مولف موصوف اس طرح کے علمی اور تحقیقی رسائل وکتب مستقبل میں بھی لکھتے رہیں، اللہ پاک انہیں مخدومی فیضان سے مالامال فرمائے اور اس رسالہ کو قبولیت عامہ عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

دعاگو

فقیر اشرفی گدائے جیلانی

ابوالمختار سید محمود اشرف اشرفی جیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ

۳۱ر دسمبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

تقریظِ جلیل

پیر طریقت تاج الاولیا، جانشین اشرف الاولیا

حضرت علامہ سید **محمد جلال الدین اشرف اشرفی** جیلانی مدظلہ العالی

صدر وسربراہ اعلیٰ:

مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف، مالدہ، بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ نصلی ونسلّم علیٰ سیدنا محمدنِ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ المجتبیٰ

محب الفقرا عزیز القدر علامہ مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی زید مجدہٗ کی تالیف لطیف بعنوان (مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی: جہان علوم ومعارف) کو مختلف مقامات سے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا عزیزی موصوف کی یہ کتاب نہایت اہم علمی کارنامہ اوران کی عمدہ قلم کاری کا مظہر ہے، زیر نظر کتاب میں موصوف نے بڑی محنت وعرق ریزی سے معلومات واقتباسات یکجا کئے ہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب نہ یہ کہ صرف تحقیقی ہوئی ہے بلکہ اس نوع میں منفرد وبے مثل ہے۔

یہ کتاب جہاں ارباب علم ودانش کی معلومات میں اضافہ کرے گی وہیں اہل معرفت وطریقت کو جام عشق وعرفان سے سیراب کرے گی، گو کہ غوث العالم، تارک السلطنت، محبوب یزدانی، میر اوحد الدین سید اشرف جہانگیر سمنانی وسامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے سے سیرت الاولیا پر لکھی جانے والی تقریباً تمام کتابیں مزین وآراستہ ہیں بلکہ عالم اسلام میں آپ کے ذکر جمیل پر مستقلاً بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں اور

آج بھی لکھی جارہی ہیں مگران سب کے باوجود یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

غایت فرحت و انبساط کی بات یہ ہے کہ میرے فرزند ارجمند نورالعین سید اوحدالدین معاذ اشرفی جیلانی سلمہٗ الباسط الھادی نے اشرفی الطاف وعنایات کے لعل وگہر کودامن پرامید میں سمیٹتے ہوئے محنت ولگن کے ساتھ اپنے اسلاف کے طریق تعلیم وتربیت پر گامزن ہوکرعلوم ظاہری کی تکمیل کی جس کا صلہ میرے جد کریم حضور ہم شبیہ غوث اعظم سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کے لگائے ہوئے چمن باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں عرس حافظ ملت حضرت علامہ جلالۃ العلم الحاج عبدالعزیز اشرفی محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے حسین موقعہ پر یکم جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷ر جنوری ۲۰۲۰ء کو بارونق و پرنور دستارفضیلت کی شکل میں ملنے جارہا ہے اوراسی موقعہ پر یہ گراں قدر کتاب فرزند اکبر نورالعین سید معاذ اشرف سلمہٗ کی سعی سے شائع ہونے جارہی ہے۔

اس موقعہ پر مفتی صاحب موصوف مؤلف کتاب کی اپنے مرشد حضور اشرف الاولیا علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ (مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف) سے وابستگی کا ذکر کرنا بہت مناسب ہوگا، مفتی صاحب نے مخدوم العالم شیخ علاء الحق والدین گنج نبات لاہوری پنڈوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیار پر بہار میں رواں دواں اس ادارے (مخدوم اشرف مشن) میں کم وبیش تین سال تک تدریس وافتاء کی خدمت انجام دی ہیں بعدہٗ سرکاری ملازمت کی غرض سے رائے بریلی کے معروف ادارے (ادارہ شرعیہ اترپردیش) میں صدرالمدرسین وصدر افتاء کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوکر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مگر آج بھی اشرف الاولیا کے چمنستان فیض سے وابستگی ویسی ہی قائم ہے، جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ اپنی بیش بہا کتاب (مخدوم سیداشرف جہانگیر سمنانی: جہان علوم ومعارف) کی اشاعت مخدوم اشرف مشن کے زیرانتظام تاج الاصفیا دارالمطالعہ سے کرارہے ہیں۔ازیں قبل کئی کتابیں اوربھی اسی دارالمطالعہ سے شائع کراچکے ہیں، جس میں سرفہرست اشرف الاولیا حیات وخدمات ہے۔

فقیر گدائے اشرف وجیلاں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ عزیز

سعید کی اس کاوش کواپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں اورمخدوم سیداشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے طفیل درجۂ قبولیت عطافرماکرمقبول انام فرمائے اور ہرخاص وعام کو خوب خوب مستفید ہونے کی توفیق رفیق عطافرمائے اوران کے دینی خدمات کے ذریعہ دین متین کوخوب فروغ عطافرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم. فقط والسلام

دعاگو

فقیر گدائے اشرف وجیلاں

سیدجلال الدین اشرف اشرفی جیلانی عفی عنہ

یکم جنوری ۲۰۲۰ء

نگاہ اولیں

فخرصحافت، مفکراسلام
حضرت علامہ **مبارک حسین مصباحی** دام ظلہ
مدیراعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

قرآنِ عظیم کی پہلی آیتِ کریمہ:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ" (۱) الخ،

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"

تو آپ نے پڑھنا شروع فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا آخری رسول ﷺ اور معلم کائنات بنا کر مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْر اَسَاسُھَا وَ عُمَرُ حِیتانھَا وَ عثمانُ سَقَفُھَا وَعَلِیٌّ بابُھَا." (۲)

معلم دوعالم ﷺ فرماتے ہیں: میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیوار ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ، حسنی حسینی سید، غوث العالم محبوب یزدانی حضرت مخدوم سیداشرف جہانگیرسمنانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

(۱)-سورۃ العلق آیت:۱
(۲)-رواہ الحاکم الطبرانی، ۱۰۹۰، ۱۰۸۹، الشوکانی: ۳۰۷، ۳۰۸

"العلم بیضاء زھراء و سائر الفنون ذرارھا." (۱)

یعنی علم روشن آفتاب ہے اور تمام ہنر اس کے ذرے ہیں۔

علم و عمل اور تصوف و روحانیت کے اس مہر درخشاں کی ولادت باسعادت ۷۰۸ھ یا ۷۱۲ھ میں یونان کی سرزمین سمنان میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد علم و روحانیت کے تاجدار حضرت سید شاہ ابراہیم سمنانی قدس سرہ اپنے عہد کے نامور بادشاہ تھے۔

جب آپ چار برس، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو حضرت علامہ شیخ عمام الدین تبریزی نے بسم اللہ خوانی کے فرائض انجام دیے۔ آپ نے ایک برس کی قلیل مدت میں قراءتِ سبعہ کے ساتھ قرآن کریم حفظ فرمالیا۔ آپ کے استاذ محترم کا اسم گرامی استاذ القراء حضرت علی بن حمزہ الکسائی علیہ الرحمہ ہے، سادات نوربخشیہ میں پانچ پشتوں سے حفظِ قرآن کی روایت چلی آرہی تھی، حضرت مخدوم سیداشرف جہاں گیر سمنانی کو ستر حفاظ قرآن کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا۔ سات برس کی عمر میں اصطلاحات علوم عربیہ اور مقامات مفہوم عجیبہ میں ایسی قدرت حاصل کی کہ دور دور تک مشہور ہوگئے۔

شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

"خاتمہ کتاب "مکتوبات اشرفی" میں حضرت نور العین سے منقول ہے کہ حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ "اس فقیر کو سند علم قرآن کی معنًا پانچ پشتوں تک اپنے آبا و اجداد سے علی الاتصال پہنچی ہے جس کی سند علی بن حمزہ الکسائی سے اوپر منسوب ہے۔ میرا عمل قراءت عاصم اور نافع پر ہے۔" اور یہ بھی فرماتے تھے کہ: میرے زمانۂ سلطنت میں میرے خاندان سادات نوربخشیہ سے ستر حافظ قرآن اور قاریِ فرقان ایک زمانے میں موجود تھے۔"

اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ المشائخ فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ! کیا شان ہے حضرت محبوبِ یزدانی کی، پانچ پشتوں میں سلطان ابن سلطان اور سید ابن سید اور ولی ابن ولی اور حافظ ابن حافظ

(۱)-صحائف اشرفی، ص:۱۴

اور قاری ابن قاری اور عالم ابن عالم برابر نسلاً بعد نسلٍ حضرت تک ہوتے
چلے آئے ہیں۔ یہ فضیلت خاص حضرت ہی کے خاندان عالی کو اللہ تبارک
وتعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ . (۱)

شیخ المشائخ، مجددِ سلسلۂ اشرفیہ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ
العزیز تحریر فرماتے ہیں:

"جب سن شریف سات سال کو پہنچا، نکاتِ علمی اس خوبی کے ساتھ
بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علما سن کر عش عش کر جاتے تھے۔ بارہ برس
کی عمر میں علوم معانی و بلاغت و معقول و منقول، تفسیر و فقہ و حدیث و اصول جملہ
علوم سے فارغ ہوئے، دستار فضیلت سرِ اقدس پر باندھی گئی۔ فن حدیث میں
حضرت محبوبِ یزدانی نے حضرت امام عبد اللہ یافعی سے مکہ معظّمہ میں سند
حدیث حاصل کی اور مقام اسکندریہ میں حضرت نجم الدین کبریٰ کے صاحب
زادے سے سند حدیث حضرت کو ملی اور حضرت بابا مفرح سے بھی سندِ حدیث
حاصل کی جن کو بابا فرح محدث سے سندِ حدیث ملی تھی اور حضرت مولانا احمد
حقانی سے بھی حضرت کو سند حدیث حاصل ہوئی۔ اسی طرح ہر علوم فقہ و تفسیر اور
معقول وغیرہ میں بڑے بڑے علماءِ جلیل القدر سے تعلیم پائی۔"(۲)

دیگر قلم کاروں نے فراغت کی سن چودہ برس تحریر فرمائی ہے، یہ روایتوں کا فرق ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ تصوف و روحانیت، کشف و
کرامت اور علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے، آپ کثیر زبانوں میں لکھنے اور بولنے کی
صلاحیت بھی رکھتے تھے، آپ نے دنیا کی سیر فرمائی، آپ نے زمینی طور پر بیش تر مسلم
علاقوں اور کثیر مسلم ممالک کی زیارتیں فرمائیں۔ آپ جس علاقے یا جس ملک میں تشریف
لے جاتے رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے۔ اگر ضرورت محسوس

(۱)۔صحائف اشرفی، ص: ۱۱۸، ۱۱۹، ناشر: ادارہ فیضانِ اشرف ممبئی
(۲)۔صحائف اشرفی، ص: ۱۱۴

فرماتے تو اسی علاقے کی زبان میں کوئی کتاب لکھ کر عطا فرما دیتے۔ اس طرح
آپ نے کثیر کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس دور میں کتابیں محفوظ رکھنے کے یہ جدید طریقے بھی
نہیں تھے، اسی لیے کتنی کتابیں دیگر حضرات کے نام سے بھی منسوب ہوئیں، خاص بات یہ
ہے کہ وہ غوث العالم اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے، تواضع وانکساری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا،
نام و نمود اور شہرت و ناموری سے سخت اجتناب فرماتے تھے، ان کا اصل مقصد رشد و ہدایت
اور خدمت خلق ہوتا تھا بفضلہٖ تعالیٰ وہ اپنے مقصد میں بھر پور کامیاب بھی ہوئے۔

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ "لطائف اشرفی" کے
حوالے سے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا ابو الفضائل نظام الدین یمنی خلیفہ حضرت کے جامع
ملفوظات حضرت محبوبِ یزدانی فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب یزدانی کا علم
عجیب خداداد علم تھا کہ روئے زمین میں جہاں تشریف لے گئے وہیں کی زبان
میں وعظ فرماتے اور اسی زبان میں کتاب تصنیف کر کے وہاں کے لوگوں کے
لیے چھوڑ آتے۔ بہت سی کتابیں آپ کی عربی، فارسی، اور سوری اور عربی اور
زنگی اور ترکی مختلف ملک کی زبانوں میں جو تصنیف فرمائیں جن کی فہرست اگر
لکھی جائے تو ایک طومار ہو جائے گی۔"(۱)

اب ہم ذیل میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ترجمۂ قرآنِ عظیم کا
ذکر کرتے ہیں، یہ مکمل ترجمہ آپ نے ۷۲۷ھ میں کیا تھا، اب یہ ترجمہ مع اردو ترجمہ اور
تفسیر "اظہار العرفان" کے نام سے کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

شیخ اعظم، حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سجادہ نشین
آستانۂ اشرفیہ حسینیہ، کچھوچھہ مقدسہ نے اپنے مرید صادق حضرت علامہ مفتی سید محمد ممتاز
اشرفی صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاؤن کراچی کو مخدوم سید
اشرف جہانگیر سمنانی کا فارسی ترجمے کا مکمل مخطوطہ عطا فرمایا، مقصد تھا کہ اس کی اشاعت مگر

(۱)۔صحائف اشرفی، ص: ۱۱۵

اسی کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو جائے۔ موصوف عظیم مدرس اور زبردست قلم کار ہیں، آغاز میں الجھنیں محسوس ہوئیں مگر جب کام شروع فرمایا تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان ہوا اور بہت جلد یہ کام مکمل ہو گیا۔ یہ ایک سچائی ہے کہ اصل نسخہ اگرچہ حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے قلم سے تحریر کردہ ہے مگر چند مقامات پر عبارت سمجھنے میں الجھن ہوئی، اسے اپنی اصلی حالت پر رکھا گیا ہے۔

یہ ترجمہ ۷۲۷ھ کا تحریر کردہ ہے، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ فارسی زبان میں خطِ نستعلیق میں سب سے پہلا ترجمہ ہے۔ حضرت سید محمد ممتاز اشرفی دام ظلہ العالی نے ترجمہ بھی اردو میں بڑے سلیقے سے فرمایا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ حضور مخدوم اشرف جیانگیر سمنانی کے وقیع فارسی ترجمے کی روح کشید کر لی ہے۔ آپ نے اپنے شیخ اور دیگر بزرگوں کے مشورے کے بعد، اس ترجمۂ فارسی کا نام "اشرف البیان" تجویز فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے حاشیے میں مختصر تفسیر مستند حوالوں کے ساتھ تحریر فرمائی ہے اور بقول مصنف اس تفسیر کا نام اپنے مرشدِ گرامی کے نام کی مناسبت سے "اظہار العرفان" رکھا ہے۔

اب ہم ذیل میں "اشرف البیان کی صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ اردو ترجمہ بھی نقل کرتے ہیں، اس سے آپ "اشرف البیان" میں مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معصومیت اور قرآن عظیم کے متشابہ لفظ کی رعایت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے بھی کنزالایمان میں اس کا ترجمہ فرمایا ہے، مگر وہاں ایک لفظ "امۃ" کو مقدر مانا ہے، مگر بے پناہ مبارک باد کے مستحق ہیں حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی کہ آپ نے لفظ "ذنب" کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ دیگر دو مقامات پر بھی اس کا ترجمہ کیے بغیر لفظ "ذنب" کو ہی نقل فرما دیا ہے:

"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا . لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ."(۱)

فارسی ترجمہ: ہر آئنہ ما حکم کردیم را فتحی تا بیا مرز د ترا خدای آنچہ گذشت از ذنب تو آنچہ ماندہ است و تمام کند نعمت خود بر تو و راہ نماید ترا اہِ راست و راہی کند۔

(۱)-سورہ فتح، آیت: ۱، ۲

اردو ترجمہ: بیشک ہم نے تمھارے لیے فتح مبین کا فیصلہ کیا تا کہ اللہ بخش دے تمھیں جو گذر چکا تمھارا ذنب اور جو باقی ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے اور تمھیں سیدھی راہ دکھائے۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی اس شان معصومیت کا دفاع کرتے ہوئے ترجمہ کیا: "تمہارا ذنب" یہاں اور دیگر دو آیتوں میں بھی لفظ "ذنب" کا ترجمہ نہ کرنا اس جانب اشارہ ہے کہ ان تینوں آیتوں میں لفظ "ذنب" قرآنی متشابہات میں سے ہے۔ جس کا ترجمہ تو معلوم ہے لیکن یہاں ذنب سے کیا مراد ہے وہ غیر معلوم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد ہے: "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ"(۱) اس آیت میں لفظ "اسْتَوٰى" جو اللہ تعالیٰ کے لیے آیا اس کا معنی تو معلوم ہے لیکن یہاں "اسْتَوٰى" سے کیا مراد ہے وہ غیر معلوم ہے کیوں کہ "اسْتَوٰى" کا جو معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے، اسی بناء پر امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "اسْتَوٰى" کا ترجمہ کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف فعل کی اضافت کر دی۔ آپ کا ترجمہ یہ ہے: "پھر عرش پر استویٰ فرمایا" اس لیے کہ اس کو متشابہ مان لیا گیا، تا کہ شان الوہیت کے خلاف نہ ہو جائے۔ اسی طرح حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے "مِنْ ذَنْۢبِكَ" میں لفظ ذنب کو متشابہ مان کر اس کا ترجمہ نہیں کیا اور اس کے معنی و مفہوم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تا کہ کوئی ایسا نظریہ صادر نہ ہو جائے جو شانِ رسالت کے خلاف ہو۔ علمائے مفسرین کے نزدیک وہ طریقہ اسلم ہے جسے حضرت مخدومِ پاک علیہ الرحمہ نے اپنایا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ آپ کے ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیوں کہ آپ نے لفظ "ذنب" کا ترجمہ کیے بغیر اس کی اضافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کی ہے جو کہ قرآنِ کریم کا اصل ترجمہ ہے۔"

ان احوال کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری علوم اور باطنی معارف کا بحر ذخار بنایا تھا، آپ کے اولین جانشین اور بھانجے حضرت سید عبد الرزاق نور العین اشرفی جیلانی فرماتے ہیں: حضور نے مجھے قراءتِ سبعہ کے ساتھ ایک برس میں قرآن عظیم کا حفظ کرا دیا۔ اسی طرح اپنے خاندان نور بخشیہ کے ستر حضرات کو ایک ایک برس میں پورے قرآن عظیم کا حفظ مع قراءتِ سبعہ کرا دیا۔ آپ غوث العالم اور قدوۃ الکبریٰ کے بلند مناصب پر فائز تھے ایک نگاہِ کرم ڈال کر دل کی دنیا بدل دیتے تھے۔ آپ سے بے شمار کشف و

(۱)-سورہ یونس، آیت: ۳

کرامات کا ظہور ہوا، یہ ظاہری علوم وفنون تو صرف ذرائع ہیں آپ اپنے عہد کے مجدد اعظم تھے۔آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں بڑے بڑے مشائخ سے جو فیوض و برکات حاصل فرمائے وہ بے مثال ہیں، اسی طرح آپ نے بڑے بڑے اکابر علمائے ربانیین اور مشائخ عظام کو جو فیوض وبرکات عطا فرمائے ان کی مثال تو دور دور تک نظر نہیں آئی، آج بھی ان کے مزار اقدس پر حالات کے ماروں، پاگلوں، سحر زدوں اور شیاطین وجنات سے پریشان حالوں کا جو علاج ہوتا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔اور یہ سلسلۂ فیضان وعلاج آج بھی جاری ہے۔

مجدد ومفکر امام احمد رضا محدث بریلوی کیا خوب فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نسلِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اشرف الاولیا حضرت علامہ سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید صادق محب مکرم حضرت علامہ مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی دام ظلہ العالی کی گراں قدر تالیف **"مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی جہانِ علوم ومعارف"** سے اکتساب فیض کے لیے یہ چند سطریں ہم نے لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔اسے آپ حسن اتفاق ہی کہیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی "اشرفیہ" حضور مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ہے، خاندان اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے بزرگوں کی سرپرستی اسے آج تک حاصل ہے۔بہت سے بزرگوں نے اکتساب علم فرما کر روحانی فیض پہنچایا ہے۔حضور اشرف الاولیاء سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی نے بھی جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کے ظاہری عہدِ حیات میں اکتساب علم فرمایا اور روحانی فیض پہنچایا، آپ کے جانشین تاج الاولیا حضرت علامہ سید شاہ جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی سرپرست اعلیٰ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف ضلع مالدہ، بنگال دامت برکاتہم العالیہ نے بھی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو بھرپور فیض پہنچایا ہے اور آج بھی پہنچا رہے ہیں۔ہمیں ان دونوں بزرگوں سے ملاقات کرنے اور شرفِ فیض حاصل کرنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔

حضرت تاج الاولیا کے نورِ نظر لختِ جگر اعز وارشد گل گلزار اشرفیت حضرت مولانا

سید شاہ اوحد الدین معاذ اشرف اشرفی جیلانی مصباحی زید علمہ ومجدہ نے اپنی دستارِ فضیلت جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے حسین موقع پر اس اہم کتاب کو شائع فرما رہے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انھیں بے پناہ علم وفضل اور تصوف وروحانیت کے مدارج عطا فرمائے، انھیں ان کے روحانی بزرگوں کے علوم ومعارف کی خوشبوؤں سے شادکام فرمائے۔ہم اس مبارک موقع پر انھیں اور ان کے اہلِ خانہ کو مبارک بادیوں کے گلدستے نذر کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

ہمیں شدید احساس ہے کہ ہم اپنے محبوب قلم کار حضرت مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی دام ظلہ العالی کا ذکر خیر باضابطہ نہیں کرسکے، آپ باکمال فاضل اور مفتی اشرفیہ ہیں، خانوادۂ اشرفیہ کے اشرفی رنگ میں آپ پورے طور پر ڈوبے رہتے ہیں۔فقہ وتصوف آپ کا امتیازی وصف ہے، مستند قلم کار، کامیاب شیخ الحدیث، معتمد مفتی اور دلوں کو متاثر کرنے والے خطیب ہیں۔قریب ایک درجن کتابیں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں جب کہ فتاویٰ کی تعداد بھی کثیر ہے۔آپ نیک سیرت، بلند اخلاق اور فاضل ربانی ہیں، آپ دلوں کو فتح کرنے کا فن جانتے ہیں، علم وحکمت کی گہرائیوں میں اترنا اور فقہ وتصوف کے دریاؤں سے موتی چننا کوئی آپ سے سیکھے۔مزید کچھ لکھنے سے بہتر یہ ہے کہ آپ کی پیشِ نظر کتاب کا مطالعہ فرمائیں دل ودماغ منور ہوجائیں گے۔آپ کو ایک روحانی اور علمی فرحت کا احساس ہوگا۔ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ انھیں مزید بہتر سے بہتر خدمات انجام دینے کی توفیق خیر سے سرفراز فرمائے۔آمین۔ہم اس اہم کتاب کے لیے آرزو کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ اس "جہانِ علوم ومعارف" کو بھی حضور تارک السلطنت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح مقبول عام فرمائے اور ہم سب کو اس سے زیادہ سے زیادہ اکتساب فیض کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔آمین

بجاہ حبیبك سید المرسلین علیه الصلوٰۃ والتسلیم

مبارک حسین مصباحی
خلیفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی
خادم التدریس والصحافہ
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۳؍جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

منظوم تاثر

نازش فکر وقلم، فرزند اشرفیہ، پیکر اخلاص، رفیق گرامی
حضرت مولانا **مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی** حفظ اللہ ورعاہ
کی اس تحقیقی اور خوشنما کاوش پر ہدیۂ تبریک وتحسین۔
ازقلم: شاعر اسلام علامہ **محمد سلمان رضا فریدیؔ مصباحی** بارہ بنکوی
نوری جامع مسجد، مسقط، عمان

عطا کا چمکتا ہوا آبگینہ ۔۔۔ جھلکتے ہوئے فکر وفن کے لطائف
کمالات اشرف کی یہ کہکشاں ہے ۔۔۔ وہ ہستی ، جہان علوم و معارف
بڑی محنتوں سے گہر یہ پروئے ۔۔۔ نظر آرہاہے کمالِؔ مؤلف
کہاں ہوتی ذرے سے سورج کی مدحت ۔۔۔ مگر سَر پہ دستِ حمایت تھا عاطف
بڑی اعلیٰ طرز نگارش سے تو نے ۔۔۔ لکھے شاہ سمناں کے علمی کوائف
وہ ہیں ایک گنجینۂ علم و عرفاں ۔۔۔ شریعت کے عالم، طریقت کے عارف
شناسائے افکار حسنینؔ و حیدرؔ ۔۔۔ وہ اسرارِ بزم شہِ دیں سے واقف
وہ حافظ، وہ قاری تھے ساتوں قرات کے ۔۔۔ مدرس، مقرر ، مترجم ، مصنف
نظر قائدانہ ، ادا زاہدانہ ۔۔۔ وہ میداں کے غازی وہ مسجد کے عاکِف
ترا شکریہ ، اہل حق کی طرف سے ۔۔۔ یہ تحریر ہے کتنے رازوں کی کاشف
بہت مستند اور تحقیقی باتیں ۔۔۔ یہ ہے دلنشیں عطر باغِ مصاحف
سلامت رہے لو چراغ قلم کی ۔۔۔ ہو ناکام طوفانِ بادِ مخالف

ہے مقبول، نذرِ کمالؔ، اے فریدی
یہ کہتا ہے دربار اشرف کا ہاتف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد

غوث العالم محبوب یزدانی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی بافیض اور بابرکت شخصیت علم وحکمت اور تصوف وروحانیت کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ،آپ گوناگوں فضائل وکمالات، اوصاف ومحاسن کے جامع کامل تھے، آپ کی بات میں علمی عبقریت، ادبی وجاہت، دینی منزلت، عملی جامعیت اورفقر وسلطنت کے مختلف گوشے یکجا تھے، آپ صرف ایک روحانی شخصیت کے مالک نہیں تھے بلکہ علمی اورادبی میدان میں بھی منفرد اوراعلیٰ مقام رکھتے تھے، آپ نے جس طرح تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اپنی روحانیت کے ذریعے اہم کردار ادا کیا، وہاں علمی اورادبی لحاظ سے بھی عظیم خدمات انجام دیں۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے فکری احاطے میں علم وفن کے سارے گوشے جمع تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے یہاں تدریس، تحریر اورتقریر علم کی یہ سبھی بہاریں دیکھنے کوملتی ہیں، ان تینوں میدانوں کے آپ سلطان تھے اوران میں آپ کواعلیٰ درک وکمال حاصل تھا، آپ جہاں درسیات پرعبور رکھنے والے باصلاحیت مدرس اور ماہر معلم تھے وہیں اپنے اثر انگیز وعظ ونصیحت سے ہزاروں گم گشتگان راہ کوصراط مستقیم پرلا کر کھڑا کردینے والے ایک لاجواب اور باعمل داعی اسلام بھی اوراپنے نوک قلم سے درجنوں قیمتی کتب ورسائل کا علمی ذخیرہ چھوڑنے والے ایک مایہ ناز اور بلند پایہ ادیب بھی، غرض کہ ایک علمی شخصیت میں جواوصاف وکمالات اورخصوصیات ہونی چاہئے وہ سب آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔آپ بیک وقت مدرس، مصنف، مؤلف، مترجم، مفسر، مفکر، مقرر، حافظ قرآن اورقرأت سبعہ (ساتوں قرأت) کے قاری تھے، اپنے زمانے کے اکابر علما میں

شمار کئے جاتے تھے، آپ کو مختلف علوم وفنون پر دسترس ومہارت حاصل تھی، مطالعہ بڑا وسیع تھا، طرز استدلال بڑا عالمانہ تھا، مشکل سوالات واشکالات کی عقدہ کشائی آپ بڑے عالمانہ واحسن انداز میں کرتے تھے، آپ کے عصر میں بڑے سے بڑا مفکر، منطقی، مناظر، فلسفی آپ کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کیا کرتا تھا، اپنے دور کے علماء ومشائخ سے آپ کا علمی و روحانی رشتہ بڑا مضبوط و مستحکم تھا، علما سے آپ کے علمی مباحثے بھی ہوئے ،ان کے اعتراضات کا آپ نے اطمینان بخش جواب بھی دیا اور وہ آپ کے علم وفضل کے نہ صرف معترف وقائل ہوئے بلکہ آپ سے علمی استفادے بھی کئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں بھی داخل ہوئے ،اپنی گراں قدر تصنیفات کی آپ سے اصلاح کر کے ان پر سند توثیق بھی حاصل کیں، اپنی تصنیفات اور تالیفات کے حوالے سے مشائخ کرام سے آپ کی علمی بحثیں بھی ہوئیں اور اپنے منفرد انداز بیان اور دلائل وبراہین سے آپ نے ان کو قائل بھی کیا۔

آپ کا علمی پایہ کس قدر بلند تھا اور آپ دنیائے علم وفن کے کس عظیم المرتبت درجہ پر فائز تھے اس سلسلے میں مورخین اسلام اور سوانح نگاروں کے درج ذیل تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر صباح الدین عبدالرحمٰن اپنی تالیف ''بزم صوفیہ'' میں آپ کے تبحر علمی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''حضرت مخدوم پاک منقولات ومعقولات کے جید عالم تھے، لطائف اشرفی میں بعض علمی مسائل پر بحث بھی ہے، ان مباحث سے ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔''(۱)

پروفیسر فاروق احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''آپ اپنے وقت کے ولی کامل ہونے کے ساتھ ایک متبحر عالم بھی تھے، آپ کے ملفوظات، تصانیف، مکاتیب اور دیوان سے آپ کے وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔'' (مصدر سابق)

محمد غوثی شطاری نے آپ کی عظمت وجلالت علم سے متعلق درج ذیل کلمات لکھے ہیں:

''کشف وکرامات اور منازل ومقامات کے آپ مالک تھے، آپ کے بیان سے

(۱)- بزم صوفیہ، بحوالہ لطائف اشرفی، اردو حصہ اول، ص،۱۸، مترجم حکیم سید عبدالحی اشرف اشرفی کچھوچھوی، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف، سنہ اشاعت ندارد)

عرفان کا آب حیات بہتا تھا اور آپ کے دل سے شوق ومحبت کے شعلے اٹھتے تھے۔''(۱)

مولوی عبدالرحمٰن علی نے تذکرہ علمائے ہند میں آپ کی علمی عبقریت کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''وے را سید اشرف جہانگیر سمنانی گویند از اکابر علمائے ربانی و کاملان صاحب کرامت وتصرفات است۔''(۲)

عبدالحئی رائے بریلوی ''الاعلام'' میں آپ کی علمی و روحانی شخصیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''وکان عالماً کبیر أعارفاً لم یتزوج ولم یزل یسافر و یدرك المشائخ و یاخذ عنهم''(۳)

ترجمہ: وہ زبردست عالم بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ شادی نہیں کی تھی، ہمیشہ سفر میں رہ کر مشائخ کرام سے ملاقات کر کے اخذ فیض کرتے رہے۔

جناب عبدالرفیع صاحب اپنی تالیف '' تاریخ سمنان'' میں آپ کے حوالے سے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''سید اشرف جہانگیر سمنانی مشائخ مورد احترام سلسلہ تصوف
شہرت او بخصوص ہندوستان زیادہ است تالیفات وتصنیفات متحدی در
علم وحکمت وعرفان کلام می باشد کتاب لطائف اشرفی نابردہ درعرفان
مورد توجہ ودرخور اہمیت است۔''(۴)

اس مجموعہ میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی جلالت علمی کے کچھ اہم نمونے اور شواہد پیش کیے گیے ہیں، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی علمی عبقریت اور آپ کی علمی خدمات کی تفہیم کے لیے یہ کافی مفید اور معاون ثابت ہوں گے

(۱)- محمد غوثی شطاری۔ گلزار ابرار صفحہ ۱۴۵۔ مطبوعہ لاہور سن اشاعت ۱۹۹۵ء
(۲)- مولوی رحمان علی۔ تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۲۳۔ سن اشاعت ۱۹۱۴ء
(۳)- عبدالحئی رائے بریلوی۔ الاعلام جلد سوم، صفحہ ۲۶ سن اشاعت ۱۹۹۲
(۴)- عبدالرفیع، تاریخ سمنان، صفحہ: ۵۸۸، مطبوعہ سفارت خانہ ایران

قارئین اس کا بالاستیعاب مطالعہ فرمائیں، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مختلف علوم وفنون کے جلوؤں کا نظارہ کریں اور آپ کی علمی مہارت، محدثانہ بصیرت، فقہی کمال، تحقیقی درک، ادبی ذوق، تصنیفی رنگ اور درس حقیقت ومعرفت جیسے علمی وادبی اور تصوفانہ پہلوؤں سے بھرپور محظوظ ہوں۔

علمی وروحانی خاندان:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۷۱۲ھ کو ایک روحانی خاندان اور علمی گھرانے میں ہوئی اور عالمانہ وصوفیانہ ماحول اور دینی وعلمی فضا میں آپ کی پرورش ہوئی، آپ کی والدہ سیدہ خدیجہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشہور بزرگ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہ کی صاحبزادی تھیں جو بڑی نیک طینت، نہایت عابدہ، زاہدہ، تقویٰ شعار اور صوم وصلوۃ کی پابند تھیں، اکثر نفلی روزے رکھتی تھیں اور تلاوت قرآن سے تو انہیں خاص شغف تھا، آپ کے نانا حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہ اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے اور صاحب علم وفضل مشائخین میں بلند مقام رکھتے تھے، تصوف کی تاریخ اور سلوک وطریقت کی دنیا میں بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد گرامی حضرت سلطان سید ابراہیم نور بخشی قدس سرہ اپنے وقت کے زبردست عالم وفاضل اور علم دوست انسان تھے، آپ کے علم دوستی اور شغف علمی کا حال یہ تھا کہ آپ سمنان کے سلطان اور بادشاہ تھے امور سلطنت کے گوناگوں اور کثیر مصروفیات کے باوجود درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھتے، سمنان کے بڑے بڑے دارالعلوم کے منتہی طلبہ کو آپ اپنی مصروفیات اور ضروریات سے کچھ وقت نکال کر درس دیا کرتے تھے جس میں وہ معقولات ومنقولات کی کتابیں آکر آپ سے پڑھتے تھے، تاریخ عالم میں کسی بھی بادشاہ کے علم دوستی کی ایسی مثال شاید کہیں ملے کہ تخت شاہی پر بیٹھ کر حکومت بھی کرے اور باضابطہ معلم کی حیثیت سے طالبان علوم نبویہ کی علمی تشنگی بھی بجھائے اور شوقین ومحنتی طلبہ کے ذوق علمی کی تسکین بھی کرے۔

والد گرامی سلطان سید ابراہیم کی علمی خدمات:

سلطان سید ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور حکومت میں ہزاروں طلبہ کے کھانے پینے کا انتظام بھی خزانہ شاہی سے ہوتا تھا چنانچہ اس علم پروری کا یہ خوشگوار نتیجہ تھا کہ آپ کے عہد حکومت میں بارہ ہزار طلبہ مختلف علوم وفنون میں ماہر وفاضل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہوکر نکلے اور اسی طرح آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خدمت دین اور اشاعت علم دین میں صرف کیا۔

آپ نے اپنے دور حکومت میں دارالسلطنت سمنان میں تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے لئے ایک علمی اور روحانی خانقاہ کی بھی تعمیر کی تھی جس میں اس وقت کے سمنان کے سب سے بڑے عالم دین حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ اس خانقاہ میں بیٹھ کر طالبین سلوک ومعرفت کو رشد وہدایت اور علم دین کا جام پلاتے تھے، خانقاہ میں ہر وقت سیکڑوں اور ہزاروں انسانوں کا مجمع رہا کرتا تھا، اس خانقاہ سے علم ومعرفت کے بڑے بڑے شہسوار پیدا ہوئے جو ہدایت عالم کا سبب بنے، چناں چہ لطائف اشرفی میں ہے:

سلطان ابراہیم نیک طبیعت خلیق متقی اور پرہیزگار تھے علوم دینی کی طرف ان کی بہت توجہ تھی ان کے عہد میں بارہ ہزار طالب علم علوم وفنون میں کامل وفاضل ہوکر فارغ التحصیل ہوئے وہ فقراء ومساکین، علماء وفضلاء کے عقیدت مند تھے اور سمنان کی مشہور ''خانقاہ سکاکیہ'' انہوں نے بنوائی تھی جس کو سولہ (۱۶) برس شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے آباد رکھا۔

سلطان سید ابراہیم سمنانی قدس سرہ کے عہد سلطنت میں بڑی عجیب وغریب اور اہم کتابوں کی بھی تصنیف وتالیف کی گئیں جو مختلف علوم وفنون پر مشتمل تھیں انہیں میں سے ایک کتاب ''سبعیہ ابراہیم شاہ'' تھی جو بعد میں ''سبع المسابع'' کے نام سے مشہور ہوئی یہ کتاب علوم وفنون میں اپنی مثال آپ تھی، صحائف اشرفی میں اس کتاب کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

'' آپ کے عہد سلطنت میں بڑے بڑے علماء جلیل القدر دربار شاہی میں حاضر رہتے تھے اور توجہ شاہانہ سے مرفہ الحالی اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے اور عجائب

وغرائب تصانیف بنام مبارک حضرت ابوالسلاطین تالیف وتصنیف کرتے تھے ان میں سے کتاب ''سبعیہ ابراہیم شاہی'' کو فقہ، اصول، کلام، منطق، معانی، ہیئت اور بدائع ان ساتوں علوم سے اس طرح ترتیب دیا تھا کہ سات خانے جو عرض وطول ہر صفحہ میں برابر ہوتے تھے بنا کر ہر خانہ میں ایک لفظ لکھا اگر ایک ایک لفظ شروع سے ان کے مقابل کے خانے پڑتے جائیں ایک مسئلہ فقہ کا اور درمیان خانوں سے اسی طرح ایک ایک فن کا مسئلہ نکلتا تھا اور جس طرح مقابل عرض وطول کے خانہ مقابل سے سیدھا یا ترچھا کسی گوشہ خانہائے مقابل کے لفظ لئے جائیں جب بھی ایک فن کا مسئلہ نکلتا تھا اس کتاب کا نام سبع المسابع بھی رکھا تھا کوئی فاضل دوراں اور کوئی عالم زماں اس کتاب کے جواب میں متوجہ نہ ہوسکا الحاصل ایسا دروازہ بند کیا کہ کسی عقلمند جامع علوم کی کنجی سے یہ دروازہ نہ کھل سکا اس کتاب کے مصنف کا نام مولانا مجدالدین سمنانی ہے''۔ (۱)

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی مکتوبات اشرفی کے خاتمہ میں اس کتاب کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

''ان میں سے ایک کتاب ''سبعیہ ابراہیم شاہ'' ہے اس کتاب میں نام کی مناسبت سے سات علوم لکھے گئے۔ (۱) فقہ (۲) اصول (۳) کلام (۴) منطق (۵) معنی (۶) ہیئت (۷) بدیع، ان میں سے ہر علم کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا تھا اور لفظ انتہائی محتاط انداز میں استعمال کیا گیا تھا کہ جن لفظوں سے بھی خاص مسائل کی جانب اشارہ ملتا تھا اور ان الفاظ کی تشریح میں مسائل کا خزانہ پوشیدہ تھا یہ کتاب اتنی مشہور ہوئی کہ ہر جانب کے علماء نے اسے پسند فرمایا اور اپنے شہر میں منگوایا یہی کتاب بعد میں ''سبع المسابع'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس زمانے کے کوئی فاضل و عالم اس کتاب سے غافل نہ تھے الحاصل اس کتاب کے کھولنے اور سمجھنے سے ایک خزانہ ہاتھ آتا تھا۔''(۲)

(۱)- سید علی حسین اشرفی، صحائف اشرفی جلد اول، صفحہ: ۵۹ / مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف باولا مسجد ممبئی
(۲)- سید اشرف جہانگیر سمنانی، مکتوبات اشرفی اردو مترجم مولانا ممتاز اشرفی جلد دوم ص ۶۲ / مطبوعہ دارالعلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار کراچی

تحصیل علوم:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی عمر جب چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو نہایت دھوم دھام سے آپ کی تسمیہ خوانی کی گئی اس وقت کے جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا عماد الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو بسم اللہ پڑھائی اور یہ بزرگ آپ کے پہلے استاد قرار پائے آپ نے نہایت ذوق وشوق اور دلچسپی سے باضابطہ تعلیم کا آغاز کیا اور اپنی خداداد ذہانت وفطانت سے سات سال کی قلیل عمر میں صرف ایک سال میں قرآن شریف قرآت سبعہ کے ساتھ حفظ کیا اور علی بن حمزہ کوفی جو فن قرآت کے علاوہ دیگر علوم وفنون پر بھی مہارت رکھتے تھے اور قراء سبعہ میں سے تھے اور اپنے وقت کے جید عالم دین تھے، ان سے سند قرآت حاصل کی۔

''اشرف سمنانی حیات وافکار'' کے مصنف رقمطراز ہیں:

''سادات نوربخشیہ میں پانچ پشتوں سے حفظ قرآن کی روایت چلی آتی تھی اور ایک زمانہ میں سید اشرف جہانگیر سمنانی کو ستر (۷۰) حفاظ کی ہم نشینی کا شرف حاصل تھا، سات سال میں اصطلاحات علوم عربیہ اور مقامات مفہوم عجیبہ میں ایسی دستگاہ کامل حاصل کی کہ پورے عراق میں مشہور ہوگئے''۔ (۱)

لطائف اشرفی میں ہے:

جب آپ سات سال کے تھے تو آپ نے قرآن مجید ساتوں قرأت کے ساتھ حفظ کیا اس کے بعد آپ علوم درسیہ کی تکمیل اور ادبیات کی تحصیل میں مشغول ہوگیے، چودہ سال کی عمر تک آپ نے معقولات ومنقولات میں اس درجے مہارت حاصل کرلی کہ عراق کے مدرسوں میں آپ کا چرچا ہونے لگا اور ہر جگہ آپ کے علم کی وسعت کا ذکر کیا جانے لگا۔

چناں مشہور گشت از درس تعلیم — کہ پس اہل فنون کردند تسلیم
بہ علم نادرہ از زور اقوال — شدہ در درس دیں حلال اشکال

ترجمہ: آپ طالب علمی کے زمانے ہی سے اتنے مشہور ہوگیے کہ ارباب فن نے

(۱)- سید شمیم اشرف، اشرف سمنانی حیات وافکار ص ۳۰ / مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی درگاہ کچھوچھہ شریف

(آپ کی ذہانت کا اعتراف کرلیا تھا) آپ اپنے نادرعلم کے ساتھ زوردار دلائل سے دینی مسائل کے مشکلات کوحل کردیتے تھے۔ (۱)

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سید شاہ علی حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحائف اشرفی میں آپ کی ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیت کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

جب سن شریف سات سال کو پہنچا تو نکات علمی اس خوبی سے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء سن کرعش عش کر جاتے تھے بارہ برس کی عمر میں علوم معانی وبلاغت و معقول ومنقول تفسیر وفقہ وحدیث واصول جملہ علوم سے فارغ ہوئے دستار فضیلت سراقدس پر باندھی گئی، فن حدیث میں حضرت محبوب یزدانی نے حضرت امام عبداللہ یافعی سے مکہ معظّمہ میں سند حدیث حاصل کی اور مقام اسکندریہ میں حضرت نجم الدین کبریٰ کے صاحبزادے سے سندحدیث حضرت کوملی اور حضرت بابا فرح محدث سے سندحدیث ملی تھی اور حضرت مولانا احمد حقانی سے بھی حضرت کوسندحدیث حاصل ہوئی اسی طرح ہرعلوم فقہ و تفسیر اور معقول وغیرہ میں بڑے بڑے علماء جلیل القدر سے تعلیم پائی۔ (۲)

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی بچپن میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضری دیا کرتے تھے اور سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے خوب مستفیض ہوتے تھے۔
حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی اپنے وقت کے عظیم روحانی بزرگ تھے صاحب کشف وکرامات اور شریعت وطریقت میں بلند مقام رکھتے تھے آپ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے معاصرین میں بھی تھے اور معاصرین کی فہرست میں آپ کے نام کو اولیت حاصل ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ جب سمنان سے ہندوستان آئے اور حضرت مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہونچے تو

(۱)-لطائف اشرفی اردو، حصہ اول،ص،۵۳۵،مترجم پروفیسر لطیف اللہ،مطبوعہ کراچی)
(۲)-سید علی حسین اشرفی، صحائف اشرفی جلد اول،ص:۱۱۴،مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف باولا مسجد ممبئی

مخدوم العالم نے بھی آپ کوعلم کی دولت سے خوب خوب مالا مال کیا اور آپ مخدوم العالم کے خوشہ چیں رہے، جیسا کہ اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

’’ایک بار حضرت مخدوم العالم نے حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی سے فرمایا: بیٹا اشرف! آیات قرآنی کی تفسیر اور فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے نکات مجھ سے حاصل کر لو، میں ایک پربار درخت ہوں جسے ہلاؤ تو تمہیں عجیب وغریب پھل ملیں گے۔‘‘(۱)

دورحکومت میں سمنان میں علم دین کی ترویج واشاعت:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ اپنے والد ماجد حضرت سلطان سید ابراہیم نوربخشی سمنانی کی وفات کے بعد پندرہ سال کی عمر میں تخت سمناں پر بحیثیت حکمراں رونق افروز ہوئے اور سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی، دس سال حکومت کی اور پچیس سال کی عمر میں ترک سلطنت کر کے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور پیرومرشد کی تلاش میں سمنان سے ہندوستان کی طرف عازم سفر ہوئے، آپ نے ایک عادل، منصف اور بیدار مغز حکمراں کی حیثیت سے سمنان میں حکومت کی، آپ کا دورحکومت سیاسی، معاشرتی اور مذہبی ہر لحاظ سے ایک مثالی دورحکومت تھا۔ عہد حکومت کے انمول واقعات بہت مشہور ہیں جو آپ کی سیرت وتذکرہ کی کتابوں میں موجود ہیں، ذیل میں آپ کے عہد حکومت میں سمنان میں علم دین کی ترویج واشاعت کے حوالے سے چند خاص باتیں رقم کی جاتی ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے عہد سلطنت میں علم دین کی خوب خوب ترویج واشاعت ہوئی آپ کے والد گرامی سلطان سید ابراہیم سمنانی قدس سرہ نے اپنے عہد حکومت میں سمنان کی سرزمین پر کثیر مدارس اسلامیہ کی بنیاد ڈالی تھی اور ان کی بذات خود سرپرستی فرماتے تھے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ جب تخت سمناں پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے اپنے عہد میں بھی اس سلسلۂ تعلیم کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کو مزید فروغ دیا اپنے والد گرامی کی طرح ان مدارس کی سرپرستی فرمائی علماء کے لئے وظائف

(۱)-حیات مخدوم اشرف سمنانی، مصنفہ سید وحید اشرف کچھوچھوی، صفحہ ۵۷، بحوالہ مکتوبات اشرفی، ہفتادوپنجم

جاری کئے اور علمی کام کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی، اس سے علما خوش حال اور فارغ البال ہوئے اور معاشی واقتصادی حالات سے بے نیاز ہو کر علم دین کی خوب خوب آبیاری کیں۔علماء وفضلاء کی ایک جماعت تیار کئے اور بہت سی نادر کتابیں تصنیف کیں جن سے سبھوں نے خوب خوب استفادہ کیا، آپ کے عہد حکومت میں طلباء کے لئے بھی وظائف مقرر ہوئے اور انہیں حصول تعلیم میں بہت سی مراعات دی گئیں، آپ کے اس طرز عمل سے سمنان علوم وفنون کا ایک مرکز بن گیا اور بلاد اسلامیہ میں اس کو خوب علمی شہرت حاصل ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم وروحانیت کے متلاشی اور طالبان حق ومعرفت دور دراز مقامات سے سفر کر کے اپنی علمی پیاس اور تشنگی بجھانے کے لئے سمنان آتے تھے اور خوب خوب سیراب ہو کر واپس لوٹتے۔

حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کی خانقاہ بھی بہت مشہور تھی جہاں ہمہ وقت طالبان حق ومعرفت کا ہجوم اور میلا لگا رہتا تھا سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ خود بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے اور ان سے فیض حاصل کرتے تھے ان کے علاوہ حضرت حسن سکاک حضرت شیخ ابو البرکات تقی الدین علی الدوسی السمنانی اور حضرت شیخ اسماعیل سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کی بے لوث علمی خدمات سمنان میں علم وادب کے فروغ میں شامل ہیں۔

درس وتدریس:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے درس وتدریس کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیئے اور علم دین کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا، کثیر تعداد میں طالبان علوم نبویہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور اپنی علمی تشنگی بجھائیں، حفظ وقرآت کے ساتھ دیگر علوم وفنون کی بھی آپ نے تعلیم دی، سلسلہ نوربخشیہ کے بے شمار افراد نے آپ کی بارگاہ علم وفضل میں زانوئے ادب طے کیا اور آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا، درسگاہ کی برکت اس قدر تھی کہ جو آپ کے پاس حفظ وقرأت کی تعلیم کے لئے آتا تو محض ایک ہی سال میں حافظ قرآن اور قاری سبعہ بن جاتا، آپ نے اپنے فرزند معنوی عبدالرزاق نورالعین کو

بھی اکثر علوم وفنون کی تعلیم خود دی۔

مکتوبات اشرفی میں آپ تحریر فرماتے ہیں: سلسلۂ نوربخشیہ میں ستر اشخاص نے اس درویش سے ایک سال میں قرآن پاک حفظ کیا جن میں بندہ عبدالرزاق نے بھی ایک سال کے دوران مخدومی خدمت میں قرآن پاک کو قرات سبعہ کے ساتھ حفظ کیا اس کے بعد علوم شرعیہ واصول فرعیہ کو حاصل کیا۔(۱)

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے دوبار دنیا کے بیشتر ممالک کی سیاحت فرمائی اور تقریباً تیس سال کی طویل مدت تک آپ سفر میں رہے اس درمیان انگنت علماومشائخ نے آپ سے اکتساب علم وفیض کیا اور لاتعداد علما نے آپ کی شاگردی میں شمولیت پر فخر کیا، چناں چہ سیاحت دنیا کے ایام میں آپ نے مقام قزوین میں بساط درس بچھایا اور مسلسل پانچ سالوں تک متلاشیان علم وحکمت کو سیراب کرتے رہے، ان ایام میں آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد کیا ہے کتب تاریخ میں اس کی تفصیل نہیں ملتی، شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سلسلے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

”مقام قزوین میں پانچ برس تک درس علمی دیا، جن لوگوں کو حضرت نے فارغ التحصیل کیا ان کی فہرست تواریخ سابقہ مثلاً تاریخ ابراہیمیہ میں مل سکتی ہے، علم شریعت میں آپ کے شاگردوں کے صرف نام ہی درج کتاب کی جائے تو ایک دفتر ہو جائے“۔(۲)

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کو درس وتدریس سے اس قدر دلچسپی تھی کہ دوران سفر بھی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہتا تھا جب سفر میں حضرت عبدالرزاق نورالعین آپ کے ساتھ ہوتے تو جہاں موقع ملتا وہاں درسگاہ لگا لیتے اور تعلیم کا آغاز کر دیتے۔

فروغ علم دین کا انوکھا واقعہ:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کو علم سے کس قدر شغف تھا اور علم

(۱)-عبدالرزاق نورالعین، مکتوبات اشرفی جلد دوم مترجم مولانا ممتاز اشرفی ص ۳۴۲ رناشر دارالعلوم اشرفیہ رضویہ کراچی پاکستان)

(۲)-صحائف اشرفی، حصہ اول، صفحہ ۱۱۴، ناشر ادارہ فیضان اشرف ممبئ

دین کی آپ کے نزدیک کتنی اہمیت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے حضرت سید عبدالرزاق نورالعین کو کچھ مخصوص علوم کی تعلیم دینے کے لئے مولانا جمال الدین بدخشانی کو ایک سال تک سفر میں اپنے ہمراہ رکھا اور اس کے عوض میں انہیں اس قدر زرکثیر سے نوازا کہ تاریخ اسلام میں اس کی مثال بڑی مشکل سے مل سکتی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس پورے واقعہ پر ہلکی سی روشنی ڈالی جائے۔ سیدہ آل فاطمہ کچھوچھوی کی تصنیف ''نورالعین'' میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

''واقعہ یوں ہے کہ ایک بار جب غوث العالم نے سفر مکہ کا عزم کیا تو ایک بندرگاہ پر چند علماء اور اکابر روزگار کا ساتھ ہو گیا ان میں ایک نادر روزگار عالم مولانا جمال الدین بدخشانی بھی تھے جو تجارت کی غرض سے مختلف ممالک کا سفر کیا کرتے تھے اور اس وقت اسی غرض سے ملک روم کو جانا چاہتے تھے سفر میں ان سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی مولانا بدخشانی نے محسوس کیا کہ حضرت عبدالرزاق کو علم سے گہری دلچسپی ہے اور ساتھ میں جو ہر قابل بھی رکھتے ہیں ادھر سے علم سیکھنے کا شوق ظاہر ہوا اور ادھر مولانا بھی سکھانے پر آمادہ ہو گئے لیکن یہاں استاد اور شاگرد کا رشتہ علوم دین نہ تھا کیونکہ علوم دین کی تکمیل بہ تمام وکمال خود حضرت غوث العالم کے ذریعے ہو چکی تھی یہ علوم اقلیدس ومحیط وغیرہ سے متعلق تھے چنانچہ حضرت نورالعین لکھتے ہیں:

''بندہ نے ہر چند علوم الٰہی کی تحصیل وتکمیل حضرت قدوۃ الکبریٰ سے کی تھی لیکن مولانا بعض عجیب علوم (ریاضی) سے پوری طرح واقف تھے تو طبیعت کا تقاضا ہوا کہ ان میں سے بعض علوم سیکھے جائیں خصوصاً اقلیدس اور محیط سے سیکھنا شروع کیا'' حضرت نورالعین نے مولانا جمال الدین سے علم سیکھنا شروع کیا اور جو کچھ سیکھتے اس کو لکھتے جاتے تھے ابھی صرف مقدمہ ہوا تھا کہ بحری سفر ختم ہو گیا اور بندرگاہ آ گئی مولانا کو ملک روم کی طرف جانا تھا اس لئے اب تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا تھا حضرت نورالعین کی دلچسپی اس علم سے بڑھ چکی تھی حضرت غوث العالم نے اپنے نورالعین کے شوق کو دیکھ کر پوچھا کہ مولانا کا سامان تجارت روم میں کتنے داموں میں بکے گا اور روم سے جو اشیا خریدی جائیں گی وہ

چین میں کتنے داموں میں بکیں گی اور اتنا خرید وفروخت سے کس قدر نفع ہوگا چند اصحاب نے حساب بنا کر حضرت غوث العالم کے سامنے پیش کیا حساب میں ایک لاکھ بیس ہزار دینار نفع دکھایا گیا تھا آپ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ جو کچھ زرنقد ہے وہ مولانا کے خزانچی کو دے دیا جائے شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ایک لاکھ بیس ہزار دینار ہیں یہ سب مولانا کے خزانچی کو دے دیئے گئے اور مولانا سے وعدہ کیا کہ تعلیم ختم ہونے کے بعد سفر سے واپسی میں انہیں اسی قدر زرنقد اور دیا جائیگا مولانا کی رفاقت ایک سال رہی اور اس عرصے میں حضرت نورالعین نے آپ سے پورا استفادہ کیا اس کے بعد سفر سے واپسی پر مولانا کو ایک لاکھ بیس ہزار دینار حسب وعدہ پھر دیئے گئے۔ (۱)

مذکورہ واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کو کس حد تک تعلیم سے لگاؤ تھا کہ چند علوم سکھانے کے لئے مولانا جمال الدین بدخشانی کو ایک لاکھ بیس ہزار دینار دیئے جو آج کے دور میں کروڑوں روپئے کے برابر ہیں آپ نے اپنے اس عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ علم ایک انمول دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جب اہل علم علم کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں تو اس کی معنویت میں اور بھی چار چاند لگ جاتا ہے اور علم کے متلاشیوں کے لئے درس عمل اور مشعل راہ ثابت ہوتا ہے۔

تلامذہ:

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ سے اکتساب علم کرنے والے علماء و مشائخ اور آپ کے شاگردوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلی قسم آپ کے ان شاگردوں کی ہے جو باضابطہ طور پر آپ کی درسگاہِ علم وفن سے علم کی دولت سے مالا مال ہوئے اور دوسری قسم ان علماء ومشائخ کی ہے جو بعض علوم ومسائل میں جزوی طور پر آپ کے خرمن علم وفضل کے خوشہ چیں رہے، جن حضرات نے باضابطہ آپ سے درس حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆ مخدوم سید عبدالرزاق نورالعین ☆ شیخ نظام الدین یمنی (جامع لطائف اشرفی)

(۱)- سیدہ آل فاطمہ کچھوچھوی نورالعین، ص: ۱۲/ ناشر ادارہ علم وادب کچھوچھہ شریف

☆ مخدوم سید رکن الدین شہباز ☆ مولانا محمد اعظم کروی ☆ مولانا عماد الدین ہروی ☆ عضد الدین ندیم اللہ ☆ مولانا غلام الدین جائسی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم

جن علما ومشائخ نے بعض علوم اور مسائل میں آپ سے اکتساب فیض کیا ان کا شمار اور ان سب کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے اور ان کی فہرست ناتمام ہے، زمانے کے دست برد سے جو نام محفوظ رہ گئے ہیں ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆ حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی ☆ حضرت شیخ شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی ☆ حضرت مولانا قاضی ابو محمد عرف معین متھن سدھوری ☆ قاضی رکن الدین ☆ حضرت شیخ سلیمان محدث ☆ حضرت شیخ الاسلام احمد آبادی ☆ حضرت شیخ کبیر عباسی ☆ حضرت شیخ مبارک گجراتی ☆ حضرت شیخ محمود کنتوری ☆ حضرت ابوالوفا خوارزمی ☆ حضرت قاضی حجت ☆ حضرت ملا کریم ☆ حضرت شیخ صفی الدین رودولوی ☆ حضرت شیخ داؤد ☆ حضرت شیخ سماء الدین رودولوی ☆ حضرت شیخ آدم عثمان ☆ حضرت شیخ خیر الدین سدھوری ☆ حضرت مولانا نور الدین ظفر آبادی ☆ حضرت قاضی محمد سدھوری ☆ حضرت مولانا ابوالمظفر محمد لکھنوی ☆ حضرت بابا حسین کتابدار ☆ حضرت شیخ کمال جائسی ☆ حضرت مولانا عزیز الدین شجرہ نویس ☆ حضرت قاضی رفیع الدین اودھی ☆ حضرت سید حسام الدین زنجانی ثم پونوی ☆ حضرت مولانا خوجنگی محمد ☆ حضرت شیخ سیف الدین جونوی ☆ حضرت شیخ صفی الدین اردیلی ☆ حضرت شیخ سید علی لاہوری ☆ حضرت شیخ علی دوستی سمنانی ☆ حضرت امیر علی بیگ ترکی ☆ حضرت قاضی بیگ ☆ حضرت خواجہ سعد الدین خالدی ☆ حضرت شیخ قطب الدین یحی ☆ حضرت مولانا قاضی سدھا اودھی ☆ حضرت محمد حاجی قنوجی ☆ حضرت شیخ علی سمنانی ☆ حضرت شیخ طٰحہ سمنانی ☆ حضرت مولانا شرافت اللہ امام ☆ حضرت سید حمید الدین محمد آبادی ☆ حضرت شیخ نجم الدین عرف شاہ رمضان ☆ حضرت سعد الدین زنجانی۔(۱)

یہ سارے علماء ومشائخ اپنی اپنی جگہ اور مقام پر آفتاب و ماہتاب کی حیثیت

(۱)- مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی حیات وخدمات ایک نظر میں۔ مرتب بشارت علی صدیقی اشرفی

رکھتے تھے، ان کے علم وفضل کا زمانہ قائل تھا اور فروغ علم دین میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، ان میں سے ہر ایک کے کثیر تلامذہ وشاگرد تھے جن میں سے ہر ایک شمع انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے ذریعے سے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کا علمی فیضان اکناف عالم کے ہر خطہ میں پھیل چکا تھا، ان میں سے بعض کا علمی مقام اس قدر بلند وبالا تھا کہ سلاطینِ زمانہ نے انہیں اپنے قرب خاص میں رکھا تھا اور اپنی آنکھوں کا تارا بنالیا تھا۔

بافیض صحبت اور علمی فیضان:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، آپ کی بافیض صحبت اور تصرفات روحانی کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنی توجہ خاص اور نگاہ کیمیا اثر سے ان پڑھ اور جاہل کو بھی اس طرح عالم بنا دیتے کہ اسرار لدنی اس پر کھلنے لگتے اور علما کے مشکل اور بیحد پیچیدہ سوالات کے وہ جوابات دے دیتے محبوب یزدانی کے مصنف شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی جائسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سلسلے میں کئی حکایات نقل فرمائی ہیں۔

☆ امیر تیمور کے سرداران افواج میں ایک شیخ امیر علی بیگ تھے ترکستان کے سفر میں حضرت ان کے یہاں مقیم ہوئے۔ حضرت کے کمالات فقر کو دیکھ کر یہ ایسے مست ہوئے کہ ترک امارت وملازمت کر کے حضرت کے خدمتی بن کر سفر وحضر میں ساتھ رہنے لگے تھے فوجی آدمی علوم ظاہری سے بے بہرہ تھے لیکن عشق الٰہی کی آگ سے جو حضرت کے فیض صحبت سے سینے میں فروزاں ہوگئی تھی اسرار لدنی کھلنے لگے، یہ حضرت کے ساتھ بارہ سال تک رہے ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰ نے حضرت نور العین سے فرمایا کہ امیر علی مدت سے ریاضت کر رہے ہیں ان پر کوئی تصرف نہیں کیا گیا کہ تم ان پر آج توجہ ڈالو تا کہ مجھے تمہارے تصرف کا اعتماد ہو۔ حضرت نور العین تعمیل ارشاد کے لئے مراقب ہوئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امیر علی کے چہرے پر جلال درویشی اور آثار ولایت نمایاں ہونے لگے اور ان پر خروش کی کیفیت پیدا ہوگئی اور اسی عالم میں کلمات توحید ان کی زبان پر جاری ہو گئے

اتفاقاً اس وقت حضرت کی محفل میں چند علماء بھی موجود تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ امیر علی جاہل محض ہے مگر اس وقت معرفت الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہے آپ حضرات جس علم وفن کے مشکل سوالات اس سے کریں میں ضمانت کرتا ہوں کہ یہ صحیح جواب دے گا۔ چنانچہ علما نے بعض بیحد مشکل سوالات ہیئت ومنطق کے پوچھے اور امیر علی نے اس کا تسلی بخش جواب دیا، حضرت نے امیر علی بیگ کو اس واقعے کے بعد ابوالمکارم کا خطاب مرحمت فرمایا۔ یہ کچھ دنوں اور حضرت کے ساتھ تھے۔ جب ریاضت ومجاہدے سے قابلیت پیدا ہوگئی تو حضرت نے انہیں خلافت سے ممتاز فرمایا اور خراسان کا صاحب ولایت بنا کر بھیج دیا۔[۱]

☆ حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ قابل و فاضل شعراء کاملین ومتقدمین کا خلاصہ تھے، ان کے ایک فرزند تھے، جن کی طبیعت اپنے والد پر نہ تھی، انھیں احمد خلیل کہتے تھے، ان کا ایک فرزند تھا، والد نے ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور بیٹے کی طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل نہ ہوئی، ایک مرتبہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کا وہاں سے گزر ہوا، حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند آپ کو اپنے مکان پر لے آئے اور ضیافت کا سامان فراہم کیا، شہر کے دوسرے بزرگ بھی اس ضیافت میں آئے تھے، انھوں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ لڑکا بے حد کند طبیعت واقع ہوا ہے، ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے، اب درویشوں کے اثر نظر کا امیدوار ہے، حضرت سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی ، کچھ وقت اچھی کیفیت میں رہے، جب اس کیفیت کا اثر آپ کے مبارک چہرے اور پیشانی پر نمایاں ہوا تو فرمایا کون کہتا ہے کہ یہ لڑکا کند طبیعت ہے؟ یہ تو باپ سے زیادہ اچھا نظر آتا ہے، یہ جملہ زبان سے نکلتے ہی لڑکے کو عقل وہوش مل گئے اور وہ باتیں کرنے لگا، چنانچہ اہل مجلس نے یہ محسوس کیا کہ اس لڑکے کی باتیں بخلاف ماضی دوسری کیفیت ظاہر کر رہی ہیں، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب شعر گوئی تمہاری میراث ہے تو تم شعر کیوں نہیں کہتے؟ اسی وقت یہ شعر اس کی زبان پر آئے، قطعہ ؎

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ اول، صفحہ ۶۲، مطبوعہ کراچی

آفریں برخلیق طبع کزو — گوہر انگیز و جوہر افشانیم
اثر تربیت بودکزوے — ہم سخن گوئے وہم سخن دانیم

ترجمہ: اس خلیق طبیعت پر آفریں ہے، جس کے باعث ہم موتی اچھالتے اور جوہر بکھیرتے ہیں، یہ آپ کی تربیت کا اثر ہے، جس کے باعث ہم سخن گو اور سخن داں ہو گئے ہیں۔

مجلس سے تحسین و آفریں کا شور اٹھا اور لڑکے کے والد نے اپنا سر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے قدموں پر رکھ دیا، اور عزیزوں نے آفریں کہیں وہ زبان مقال سے کہتے تھے، قطعہ ؎

زہے مسیح زمانہ کہ مردہ طبعی را — حیات شعر بہ بخشید وہم رواں گوئی
چوں آبِ خضر کہ از ظلمت طبیعت او — روانہ کرد بہ ہر سورواں رواں گوئی

ترجمہ: سبحان اللہ، مسیح زمانہ کی کیا بات ہے کہ مردہ طبیعت شخص کو حیات شعر اور روانی کا سلیقہ بخشا، آب خضر کی مانند اس کی طبیعت کی ظلمت سے رواں گوئی کا چشمہ ہر جانب رواں کر دیا۔[۱]

وعظ ونصیحت:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کو وعظ وخطابت میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی، تربیت وتعلیم، درس وافادہ میں جو ہمہ گیری، تنوع اور تاثیر دکھائی دیتی ہے آپ کی تقریر وخطابت میں بھی یہ ساری چیزیں نظر آتی ہیں اور ان کا اثر دکھائی دیتا ہے آپ نے عجمی النسل ہونے کے باوجود عربی، فارسی اور ترکی وغیرہ زبانوں میں ہر موضوع پر بہت ہی پرجوش اور اثر انگیز تقریریں کیں جن سے نہ صرف آپ کی تقریر کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ان تمام زبانوں میں آپ کے درک واستحضار اور بصیرت ومہارت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ آپ کی تقریر وتحریر سے متعلق جامع لطائف اشرفی فی طوائف صوفی شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

''حضرت محبوب یزدانی کا علم عجیب خداداد تھا کہ روئے زمین میں جہاں تشریف

(۱)- لطائف اشرفی حصہ سوم اردو: صفحہ ۶۰۴: مترجم پروفیسر لطیف اللہ: مطبوعہ کراچی

لے گیے وہیں کی زبان میں وعظ فرماتے اوراسی زبان میں کتاب تصنیف کرکے وہاں کے لوگوں کے لیے چھوڑ آتے''۔(۱)

آپ کے وعظ ونصیحت کے چند اہم شواہد حسب ذیل ہیں:

☆ایک روز آپ حرم شریف میں موجود تھے،حرم شریف کے شیوخ کی جب آپ پر نظر پڑی تو وہ آپ سے اس بات کی اصرار کرنے لگے کہ شیخ حرم حضرت نجم الدین اصفہانی کی موجودگی میں آپ وعظ کہیں،آپ مجبور ہوگئے کیوں کہ شیخ حرم کے حکم کو بجالانے کے سوااورکوئی چارہ نہ تھا،چنانچہ مجلس ترتیب دی گئی،آپ نے ان سب عربی النسل اہل علم وفضل کی موجودگی میں عربی زبان میں اس قدر فصیح وبلیغ تقریر کی کہ حرم شریف کے اردگرد بعض اہل عرب جوصحرا اوربستی سے حرم شریف میں آئے ہوئے تھے وہ بھی آپ کی تقریر سننے کے لئے شریک مجلس ہوئے،آپ کی رقت انگیز اوراثر خیز تقریر سے ان کواس قدر ذوق وشوق حاصل ہوا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا،جولوگ اطراف ومضافات سے آئے ہوئے تھے ان پر اس قدر وجد وحال کی کیفیت طاری ہوئی کہ لوگ تعجب کرتے تھے اورحرم شریف میں یہ بات پھیل گئی کہ یہ نہایت ہی عجیب واقعہ ہے کہ صحرا اوربستی میں رہنے والے لوگ بھی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے۔(۲)

☆ قیام بغداد کے دوران ایک مرتبہ وہاں کے علما ومشائخ نے آپ سے تقریر سننے کی خواہش ظاہر کی،پانچ ہزار کے مجمع میں آپ نے سورہ یوسف کی تفسیر بیان فرمائی جب آیۃ کریمہ ''لولا ان رّا برھان ربہ'' پر پہونچے تو ایسے ایسے رموز وحکمت بیان فرمائے کہ بہت سے لوگ بے ہوش ہوگئے اورسارے مجمع پر بیخودی کا عالم طاری ہوگیا،اسی محفل میں خلیفہ بغداد بھی تھے،جنھوں نے محفل پہونچ کرایک گھوڑا اور ہزاراشرفیاں نذر بھیجیں،آپ نے واپس فرمادیا،دوسری مرتبہ خلیفہ خود لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے قبول فرمالیا،اسی محفل میں ایک بزرگ شیخ قطب دمشقی موجود تھے،انھوں نے کہا کہ میری عمر سو سال

(۱)-شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں،صحائف اشرفی،حصہ اول،صفحہ ۱۱۵،ناشرادارہ فیضان اشرف
(۲)-لطائف اشرفی،مترجم جلدسوم،صفحہ ۳۹۸،مطبوعہ کراچی پاکستان

کو پہونچی ہے اور بہت سے واعظان روزگار کی محفل میں شریک ہوا ہوں لیکن ایسی موثر تقریر سننے میں نہیں آئی۔(۱)

☆ایک مرتبہ سمنان سے آپ اپنے نانہال ماوراء النہر میں حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہونچے،خانقاہ یسویہ میں صاحب سجادہ اوردیگر لوگوں سے ملاقات ہوئی،سلام ومصافحہ کے بعد ان لوگوں کے اصرار پر آپ نے ترکی زبان میں ایسی فصیح اور موثر تقریر کی جس کے خوشگوار اثر سے سینکڑوں آدمیوں نے پابندی سنت کا آپ سے عہد کیا اور کتنے لوگ ترک علائق کرکے آپ کے ساتھ ہوگئے۔(۲)

☆ایک روز آپ روم کی جامع مسجد میں رونق افروز تھے،ساتھ میں مخدوم زادہ رومی بھی تشریف رکھتے تھے،شیخ ابوالفضل رومی اوردیگر علماء بھی موجود تھے،کسی نے ذکر کیا کہ یہاں ایک شخص مہدویت کا مدعی آیا ہے،یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مہدی موعود کی نشانیاں آثار و احادیث میں موجود ہیں،تمہیں اس دعوے کی صحت کا اندازہ ہوسکتا ہے،لیکن میں اس مہدی صاحب کو دیکھنا چاہتا ہوں،چندہی دنوں کے بعد وہ شخص جو اپنے کو مہدی آخرالزماں مشہور کرتا تھا آیا اور آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا،آپ اس کی طرف مخاطب ہوئے اورفرمایا کہ عزیز من! یہ نعمت دعوے سے نہیں حاصل ہوتی،خدائے برتر اس منصب جلیل پر جس کو فائز فرمائے گا اس کے آثار اور نشانیاں خود ہی ظاہر ہوں گی،تم ان بکھیڑوں میں نہ پڑو،دنیا کے اور ضروری کاموں کو دیکھو جن کی مشغولیت اس تضیع اوقات سے بہتر ہے،آپ نے ایسی دل پذیر اور عمدہ تقریر فرمائی کہ اس کو توبہ نصیب ہوئی اوردعوائے مہدویت سے باز آیا۔(۳)

کتاب لطائف اشرفی میں آپ کی تقریر میں تاثیر کے تعلق سے ایک اورواقعہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

☆ حضرت غوث العالم ایک دن خانقاہ میں توحید کے موضوع پر تقریر فرمارہے

(۱)-سید نعیم اشرف -محبوب یزدانی-صفحہ ۷۴-ناشر دارالعلوم جائس رائے بریلی سن اشاعت ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
(۲)-ایضا،ص:۸۶
(۳)-لطائف اشرفی اردو،حصہ اول،ص،۱۸۳،مترجم عبدالحی اشرفی

تھے، آپ کے نامور خلفاء اور باکمال مریدین کا جمگھٹا تھا۔ شیخ الاسلام گجراتی نے موقع پاکر عرض کیا کہ حضور خاصان حق کی توجہ باطنی اور اثر اندازی نگاہ کے متعلق بھی کچھ روشنی ڈال دیجئے، آپ نے فرمایا کہ جب کسی عارف کی ہستی میں شہودگی کی آگ روشن کی جاتی ہے اور اس کے شعلے بھڑک کر جوش کے ساتھ نکلتے ہیں، اگر اس وقت وہ کسی پر ایک چنگاری کے برابر بھی تصرف کرے تو ضرور اثر انداز ہوگی اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی محفل میں اصحاب کہف کا ذکر فرما رہے تھے کہ شیخ سعد الدین حموی جو حضرت نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے اور اس محفل میں حاضر تھے، ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا ہے جس کی صحبت کا اثر کتے پر پڑ سکے، حضرت نجم الدین نے نور فراست سے ان کے دل کی بات سمجھ لی اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور اپنی خانقاہ کے دروازے پر آئے، اتفاقاً اسی وقت وہاں ایک کتا بھی پہونچ گیا اور کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ حضرت نجم الدین نے اس پر توجہ ڈالنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کتے پر حیرانی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور پھر اس پر عجیب بیخودی طاری ہوگئی اور اسی جگہ لوٹتا رہا، جب حضرت نجم الدین خانقاہ سے لوٹ گئے تو وہ کتا بھی وہاں سے ہٹا اور سیدھا قبرستان کا رخ کیا، جہاں زمین پر سر پٹختا تھا اور روتا تھا، بعد میں دیکھا گیا کہ پچاسوں کتے اس کے گرد جمع ہوجاتے اور خاموشی سے بیٹھے رہتے، کچھ ہی دنوں میں وہ کتا مر گیا، لوگوں نے اس کو دفن کر دیا۔

حضرت غوث العالم جس وقت حضرت نجم الدین کے زور ولایت اور ان کے تصرف کا ذکر فرما رہے تھے محفل میں آپ کے ایک مرید خاص قاضی رفیع الدین اودھی بھی شریک بزم تھے، انھوں نے سوچا کہ اس زمانے میں بھی ایسے اولیاء ہیں یا نہیں جن کے تصرف اور اثر نگاہ سے جانور بھی متاثر ہوں، چنانچہ قاضی رفیع الدین کے وسوسے کو حضرت نے جان لیا اور فرمایا کہ ''شاید ایسے لوگ اب بھی ہوں'' اور پھر حکم دیا کہ کمال جوگی کی بلی کو لے آؤ، چنانچہ جب وہ بلی لائی گئی تو حضرت نے اس کو سامنے بٹھا کر اسرار و معارف بیان فرمانے شروع کئے۔ رفتہ رفتہ آپ کے روئے مبارک پر آثار جلال پیدا ہونے لگے،

بالآخر روئے انور اتنا پر جلال ہوگیا کہ حاضرین خوف زدہ ہوگئے اور بلی بے ہوش ہوگئی اور بہت دیر تک بے ہوش رہی، جب اس کو ہوش آیا تو وہ حضرت کے قدم مبارک پر لوٹنے لگی اور عرصے تک لوٹتی رہی، اس واقعے کے بعد سے بلی کی عادت ہوگئی کہ جب حضرت اسرار تصوف اور حقائق توحید بیان فرمایا کرتے تو وہ بھی مجلس میں آ کر بیٹھتی اور بڑی توجہ سے سنتی رہتی۔[۱]

☆☆☆

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ اول، صفحہ ۴۶، مطبوعہ کراچی

تصنیفات وتالیفات

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ بیک وقت مصنف، مترجم اور شارح بھی تھے، بیشتر علوم وفنون میں کامل مہارت رکھتے تھے، آپ ایک صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ تھے، تصوف، طریقت اور مختلف علوم وفنون پر آپ نے بہت سی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، آپ کی تصنیفات کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ جہاں اور جس علاقے میں جاتے وہاں کے حالات اور ضرورت وتقاضے کے مطابق ان ہی کی زبان میں آپ کتاب تصنیف فرماتے، لطائف اشرفی میں ہے آپ کی زیادہ تر تصانیف سفر میں رقم ہوئی ہیں، سفر میں کتب خانہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا، مطالعہ وسیع تھا طرز استدلال بڑا عالمانہ تھا، مشکل اشعار ایرادو اشکال کی عقدہ کشائی بڑے عالمانہ واحسن ڈھنگ سے کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف کا کام کتنا مشکل اور سکون طلب ہے اس کا صحیح اندازہ تو وہی لگا سکتا ہے جو اس مرحلہ سے گزرتا ہے، لیکن اسباب کی کمی اور سفر کی صعوبتوں کے باوجود کتابیں تصنیف کرنا اس سے حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی علمی اور قلمی خدمات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ان کتابوں سے آپ کے علم وفضل اور تبحر علمی کا کافی ثبوت ملتا ہے، آپ کے تصانیف کی طویل فہرست سے نہ صرف آپ کے قلم کی جولانیت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ آپ کی تحقیقات علمی کا بھی خوب خوب پتہ چلتا ہے۔

آپ نے کچھ کتابیں عربی زبان میں اور کچھ فارسی زبان میں تصنیف فرمائیں اور کچھ کتابوں کا عربی سے فارسی اور کچھ کتابوں کا فارسی سے عربی میں ترجمے بھی کئے، کچھ اہم کتابوں کی شروحات بھی لکھیں اور اپنے دور کے علماء وصوفیا کی بہت ساری کتابوں پر قیمتی

اور معلوماتی تقاریظ بھی قلمبند کئے، آپ کے دور میں جو بھی کوئی کتاب تصنیف کرتا اصلاح کی غرض سے آپ کی خدمت میں ضرور پیش کرتا، آپ صرف ان کتابوں کی اصلاح نہیں فرماتے بلکہ ان پر تقریظات بھی تحریر فرماتے جو اس کتاب اور صاحب کتاب دونوں کے لئے سند کا درجہ رکھتیں، اس سے اس زمانے کے علماء ومشائخ میں آپ کی علمی برتری اور آپ کی علمی حیثیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے، الحاج محمد زبیر سابق اسسٹنٹ لائبریرین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اپنی کتاب ''اسلامی کتب خانے'' میں اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

''امراء حضرت کے مذاق علمی کو دیکھ کر اہم کتابوں کا تحفہ بھیجتے تھے اور علما اصلاح ونظر ثانی کے لئے اپنی گراں قدر تصانیف کا نذرانہ پیش کرتے تھے، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ایک موقع پر اپنی تصنیفات کے علاوہ بعض کتابیں بھی حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں بھیجیں اور ایک عرصہ تک مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا، جس کی چند جھلکیاں ''مکتوبات اشرفی'' میں بھی ملتی ہیں۔''(۱)

ذیل میں حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی قلمی خدمات کے کچھ اہم نمونے ہدیہ ناظرین ہیں۔

فارسی ترجمۂ قرآن:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی قلمی خدمات میں سب سے پہلا اور اہم کارنامہ قرآن کریم کا فارسی ترجمہ ہے، آپ کے اس ترجمہ قرآن کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پر آپ کی کتنی گہری نظر تھی اور قرآن فہمی میں آپ کیا مقام رکھتے تھے، آپ کا یہ ترجمہ فارسی زبان میں ہے، آپ نے جب قرآن کریم کا ترجمہ کیا تھا اس وقت آپ سمنان کے بادشاہ تھے اور سمنان میں فارسی زبان رائج تھی، آپ نے نہایت سلیس فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور اب تک فارسی زبان میں قرآن مقدس کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان سب میں آپ کا ترجمہ قرآن منفرد نظر آتا ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے والوں میں آپ کو تقدم اور اولیت ہے،

(۱)-الحاج محمد زبیر اسلامی کتب خانے صفحہ ۲۸۵-ناشر ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

سب سے پہلے قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے، آپ نے ۷۲ھ میں قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔۔ جب کہ اس سے قبل فارسی زبان میں کسی کا بھی ترجمہ ثابت نہیں ہے، دیگر تراجم آپ کے بعد کے ہیں، الحمد للہ اب اس فارسی ترجمہ قرآن کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، پاکستان کے ایک عالم دین نے یہ ترجمہ اردو میں کیا ہے۔

لطائف اشرفی:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے تمام تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور لطائف اشرفی ہے، جو آپ کے حالات زندگی تعلیمات وملفوظات کے سلسلے میں ایک نہایت ہی مستند کتاب اور آپ کی شاہکار تصنیف ہے، اس کتاب کے مرتب آپ کے مرید وخلیفہ حضرت نظام یمنی قدس سرہ ہیں جو مسلسل تیس سال تک حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ساتھ سفر وحضر میں رہے اور آپ کے قیمتی ملفوظات کو بذات خود اپنے کانوں سے سن کر جمع کئے، لطائف اشرفی ارباب علم ودانش اور اصحاب تحقیق کے نزدیک اس لحاظ سے بھی زیادہ مستند تسلیم کیا جاتا ہے کہ حضرت نظام یمنی نے آپ کے ملفوظات کو جمع وترتیب دینے کے بعد حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس کی تصحیح فرمائی، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے، اب اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، اس کتاب میں تصوف وطریقت کے بڑے اہم اسرار ورموز بیان کئے گئے ہیں اور بے شمار مسائل شریعت وطریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے جو علوم شریعت وطریقت کا ایک بیش بہا خزانہ اور طالبان راہ سلوک کے لئے ایک انمول تحفہ ہے، ان ملفوظات میں جابجا فارسی اشعار بھی ملتے ہیں، ان میں مثنوی مولانا روم، حافظ شیرازی، شیخ سعدی اور حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے اشعار شامل ہیں، آپ کے اشعار اس میں زیادہ تر ہیں جو آپ نے فی البدیہہ کہے ہیں، جن میں بڑی بے ساختگی ہے، اگر صرف آپ کے اشعار ایک جگہ جمع کئے جائیں تو ایک نعتیہ دیوان تیار ہو سکتا ہے، لطائف اشرفی کے حوالے سے حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی مراۃ الاسرار میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے خواجگان چشت کی تصانیف میں بفضلہٖ تعالیٰ دو کتابیں ہیں جو قابل اقتداء ہیں ایک سیر الاولیاء اور دوسری لطائف اشرفی۔"(۱)

ڈاکٹر وحید اشرف کچھوچھوی اپنی کتاب "حیات سید اشرف جہانگیر سمنانی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"لطائف اشرفی خود آپ کے وسعت علمی اور بصیرت کا پتہ دیتی ہے، یہ کتاب تصوف اسلامی کی تمام بنیادی کتابوں کا نچوڑ ہے، اس میں تصوف کے مختلف مسائل کو عالمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے اور حکایت وواقعات اور مثالوں کے ذریعے ان کی مزید تشریح کی گئی ہے، لطائف اشرفی میں سیکڑوں اشعار مختلف شعراء کے موجود ہیں، مثلاً رودکی فردوسی، نظامی، رومی، سعدی، ظہیر، فاریابی، حافظ شیرازی اور خسرو وغیرہ، بعض خطوط اور لطائف اشرفی کا ایک باب کچھ شعراء کے پیچیدہ اشعار کی تشریح میں صرف ہوئے ہیں۔"(۲)

مکتوبات اشرفی:

مکتوبات اشرفی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے ان مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف اوقات میں مریدین ومعتقدین علما، صوفیا اور بادشاہان وقت کو تحریر فرمائے یہ مکتوبات عصر حاضر کے ارباب اقتدار کے لئے آج بھی مشعل راہ ہیں، اور طالبان راہ سلوک اور مشائخ طریقت کے لئے راہ نما کی حیثیت رکھتے ہیں، ہر مکتوب اپنے اندر علم ومعرفت اور روحانیت کا ایک سمندر لئے ہوئے ہے، یہ مکتوبات فارسی زبان میں ہیں، لیکن اب ان کا ترجمہ پاکستان کے ایک عالم دین مولانا سید ممتاز اشرفی نے اردو میں کیا ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، شروع کے کچھ مکتوبات کو آپ کے مرید وخلیفہ حضرت نظام یمنی نے جمع کیا تھا پھر بعد میں باضابطہ سارے مکتوبات کو آپ کے

(۱)- مراۃ الاسرار مصنفہ شیخ عبدالرحمٰن چشتی بحوالہ لطائف اشرفی، حصہ اول، صفحہ ۱۷۱، مترجم حکیم سید عبدالحی اشرفی کچھوچھوی، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف

(۲)- ڈاکٹر وحید اشرف کچھوچھوی۔ حیات جہانگیر اشرف سمنانی۔ صفحہ ۲۰ ناشر سرفراز قومی پریس لکھنؤ

فرزند معنوی اور خلیفہ برحق سید عبدالرزاق نورالعین نے جمع کئے۔

مکتوبات اشرفی میں اکثر مکتوب وہ ہیں جو خطوط کے جوابات پر مشتمل ہیں جو اس دور کے علما وصوفیاء نے آپ کے نام تحریر فرمائے اور ان میں آپ سے مسائل دریافت فرمائے، آپ نے ان کے نہایت تسلی اور اطمینان بخش ان کو جوابات عنایت فرمائے، وقت کے اکابر علما وصوفیا کا آپ کی خدمت میں خطوط لکھ کر مسائل دریافت کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک سید اشرف جہانگیر سمنانی کی شخصیت علمی اور روحانی دونوں لحاظ سے مستند تھی، اس کا ثبوت ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اس خط سے بھی ملتا ہے جو انھوں نے فرعون کے ایمان کے بارے میں آپ کو تحریر کیا، حالانکہ قاضی صاحب خود ایک علمی شخصیت کے مالک تھے اور اس دور کے علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے، ان کے تبحر علمی کی وجہ سے بادشاہ وقت بھی ان کا احترام کرتا تھا، لیکن ان تمام علم وفضل اور عزت واحترام کے باوجود قاضی صاحب مشکل مسائل کے لئے سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ ہی کی جانب رجوع کرتے تھے اور آپ ان مشکل مسائل کو آسانی کے ساتھ حل فرمادیا کرتے تھے، اسی طرح دیگر علما وصوفیا بھی مشکل مسائل میں خطوط وکتابت کے ذریعے آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار میں ارشاد فرماتے ہیں:

’’آپ حقائق اور توحید کے بارے میں بڑی بلند باتیں بیان فرمایا کرتے تھے، آپ کے مکتوبات بڑی عجیب وغریب تحقیقات کے مجموعے ہیں، آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصر تھے، قاضی صاحب نے آپ سے فرعون کے ایمان کے متعلق جس کا فصوص الحکم میں بھی اشارہ کیا ہے تفصیلی گفتگو کر کے حقائق معلوم کرنے چاہے، چنانچہ آپ نے قاضی صاحب کو اس سلسلے میں ایک خط لکھا۔‘‘(۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اس مکتوب کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے، آپ بھی ملاحظہ کریں:

(۱)- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، صفحہ: ۳۵۳، ناشر اکبر بک سیلر لاہور

مکتوب نمبر ۲۲:

برادر عزیز جامع العلوم قاضی شہاب الدین آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ نور یقین سے منور فرمائے، درویشانہ دعا اور فقیرانہ مدحت وثنا فقیر اشرف سے قبول فرمائیں۔ آپ کا مکتوب جس میں بہت سی باتوں کے ساتھ ساتھ فرعون کے بارے میں آپ نے استفسار کیا ہے ملا، یہ وہی استفسار ہے جس کا جواب فصوص الحکم میں دیا گیا ہے، سو فصوص الحکم میں اس مسئلہ کے متعلق دس مقامات پر دس جوابات دئے گئے ہیں، اصل میں یہ ایسے مشکل ترین مقامات ہیں جس میں شرح کرنے والے الجھ گئے اور اصل بات تک نہیں پہونچ سکے۔ (مصدر سابق)

اخلاق وتصوف:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی تصنیفات میں ’’اخلاق وتصوف‘‘ نام سے اردو زبان میں ایک رسالہ ہے، یہ رسالہ ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے جو ۷۰۸ھ/ ۱۳۰۸ء میں آپ نے تحریر فرمایا، محققین کی تحقیق کے مطابق آپ کا یہی مختصر رسالہ اردو نثر کا سب سے پہلا رسالہ ہے، اس بنا پر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کو اردو نثر کا اولین نثر نگار مانا جاتا ہے اور رسالہ اخلاق وتصوف کو اردو نثر کی اولین کتاب کہا جاتا ہے۔

پروفیسر حامد حسن قادری اپنی کتاب ’’داستان تاریخ اردو‘‘ میں اس رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’اب تک ارباب تحقیق متفق الرائے تھے کہ شمالی ہند میں اٹھارہویں صدی عیسوی (بارہویں صدی ہجری) سے پہلے تصنیف وتالیف نثر کا کوئی وجود نہ تھا یہ فخر دکن کو حاصل ہے کہ وہاں شمالی ہند سے چار سو برس پہلے اردو کی تصنیف کا آغاز ہوا اب سید اشرف جہانگیر سمنانی کے رسالہ تصوف کی دریافت سے وہ نظریہ باطل ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ دکن میں اردو زبان کی بنیاد پڑنے سے پہلے شمالی ہند میں امیر خسرو اور سید اشرف جہانگیر سمنانی نے نظم ونثر کی بنیاد ڈال دی تھی۔‘‘(۱)

(۱)- پروفیسر حامد حسن قادری۔ داستان تاریخ اردو صفحہ ۳۴ ناشر اردو اکیڈمی سندھ

فہرست تصانیف:

آپ کے تمام تصانیف کا تعارف کافی تفصیل کا متقاضی ہے اس لئے ذیل میں صرف باقی تصانیف کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے:

☆ تحقیقات عشق ☆ فتاویٰ اشرفیہ ☆ بشارت المریدین ☆ شرح ہدایہ ☆ نحو اشرفیہ ☆ شرح عوارف المعارف ☆ شرح فصوص الحکم ☆ اشرف الانساب ☆ قواعد العقائد ☆ حجۃ الذاکرین ☆ رسالہ در مناقب خلفاء راشدین ☆ دیوان اشرف ☆ اصول فصول ☆ شرح تربیت و بیان ☆ بحر الاذکار ☆ فوائد الاشرف ☆ اشرف الفوائد ☆ بشارت الذاکرین ☆ تنبیہ الاخوان ☆ بشارت الاخوان ☆ تفسیر نور بخشیہ ☆ کنز الاسرار ☆ رسالہ غوثیہ ☆ زیج سامانی ☆ مناقب السادات ☆ مرأۃ الحقائق وکنز الدقائق ☆ رسالہ فی جواز سماع الغنا ☆ رسالہ وحدۃ الوجود ☆ رسالہ جواز لعن یزید۔

تصنیفات کی جو فہرست اوپر مذکور ہوئی ان میں کچھ کتابیں موجود ہیں اور کچھ نایاب ہیں ان کا ذکر آپ کے دیگر تصانیف میں ملتا ہے، کچھ کتابوں پر باضابطہ کام ہوا ہے اور کچھ ابھی بھی قلمی نسخے کی شکل میں لائبریریوں کی زینت ہیں، ترجمہ قرآن، لطائف اشرفی، مکتوبات اشرفی، حجۃ الذاکرین اور بشارت المریدین، رسالہ قبریہ ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے اور اہل علم ان سے خوب خوب مستفیض ہو رہے ہیں۔

تصانیف کی اس طویل فہرست سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علم وفضل کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور آپ نے امت مسلمہ کی صلاح وفلاح اور ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے دور میں کس طرح علمی خدمات انجام دیں بلاشبہ آپ کے ان علمی اور قلمی جواہر پاروں سے قیامت تک اہل علم فیضیاب ہوتے رہیں گے اور جب بھی کوئی مورخ بزرگوں کی علمی خدمات کے حوالے سے قلم اٹھائے گا اس میں آپ کا اسم مبارک سرفہرست اور نمایاں نظر آئے گا۔

☆☆☆

علما کے سوالات کے جوابات اور ان سے مباحثے

درس وتدریس، وعظ وخطابت اور تصنیفات وتالیفات کے تعارف کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے دیگر علمی گوشے، علمی افادات، علما سے علمی مباحثے، علما کے سوالات کے جوابات اور ازالہ شبہات پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلیں، تاریخ کے صفحات پر بہت کم ہی شخصیات ایسی نظر آتی ہیں جو علم وفن میں ان ساری خوبیوں کے مالک ہوں اور ان میں ملکہ کی حد تک درک رکھتی ہوں لیکن اللہ عزوجل نے اپنے خاص محبوب محبوب یزدانی غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات میں علم وفن کی یہ ساری رعنائیاں سمیٹ کر رکھ دی تھی، آپ کا علمی شکوہ، فنی دبدبہ، فکری رعب اور ادراکانہ وقار ہر جگہ چھایا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر علما ذوی الاحترام اور عظیم شخصیات اسلام آپ کے حلقہ بگوش اور عظیم الشان پیکران علم وادب آپ کے حضور لب خموش دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے تقریباً تیس سالوں تک اس وسیع کائنات کی سیاحت فرمائی اور اپنے علمی وروحانی فیضان سے دنیا کو خوب خوب سیراب کیا، تبلیغ دین کے سفر میں آپ نے علم وحکمت، فکر ودانش، اسرار معرفت اور رموز طریقت کے بے شمار خزانے لٹائے، اس دوران آپ نے عرفاء اور کاملین سے استفادہ بھی کیے، علما ومشائخ سے ملاقاتیں بھی کیں، خیالات کے تبادلے بھی ہوئے اور ان کے علمی سوالات کے خوبصورت جوابات بھی دیے اور ازالہ شبہات بھی کیے۔

مقامات سفر اور اس کے حالات وواقعات کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا ثبوت

ملتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے وہاں کے علما آپ سے ملاقات کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے علمی مباحثہ کرتے، وہ ایسے ایسے علمی اور پیچیدہ سوالات کرتے کہ جن کا جواب ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہوتا جو معمولی پڑھے لکھے اور علوم وفنون پر سرسری نظر رکھنے والوں کے بس سے باہر ہوتا لیکن آپ اپنی علمیت وروحانیت اور خداداد ذہانت وفطانت سے ان سوالوں کے ایسے تشفی اور اطمینان بخش جوابات دیتے جیسے کہ علم کا سمندر بہہ رہا ہو، آپ کے جوابات اتنے مکمل اور جامع ہوتے کہ پھر کسی کو ان میں کلام کی گنجائش نہ ہوتی بلکہ سب مطمئن ہو جاتے اور آپ کے حلقہ ارادت مند میں شامل ہو جاتے۔

ذیل میں اس کے چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کریں:

☆ مولانا غلام الدین جائسی اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم تھے ان کو سات علمی مسائل کے حل درکار تھے انہوں نے اس تعلق سے بہت سے علما سے دریافت کیے لیکن کوئی ان کے جواب پر قادر نہ ہو سکا جب سید اشرف جہانگیر سمنانی جائس تشریف لائے مولانا غلام الدین بھی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے تو آپ نے فوراً ان کے ایسے جوابات عنایت فرمائے کہ مولانا کی تسلی ہو گئی اور وہ آپ کی علمی بصیرت سے متاثر ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ (۱)

☆ شیخ خیر الدین سدھوری جو علوم وفنون کے جامع تھے اور ان پر ماہرانہ دسترس رکھتے تھے، ان کو اصول فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آ گیے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے، انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے خصوصاً مولانا علاء الدین جائسی سے ان مسائل کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی لیکن ان کو تسلی نہ ہوئی، شیخ خیر الدین کو بحث کے تمام مقامات اور نکات مستحضر تھے اس لیے مولانا علاء الدین ان کو مطمئن نہ کر سکے، اسی زمانے میں سید اشرف جہانگیر سمنانی خطہ اودھ میں حضرت شمس الدین اودھی کی خانقاہ میں تشریف لے گیے، شیخ خیر الدین آپ کی خدمت

(۱) - نظام یمنی، لطائف اشرفی حصہ اول، ۵ ۶۳، مترجم شمس بریلوی، ناشر اشرفی انٹرپرائز کراچی

میں حاضر ہوئے اور ملاقات کا شرف حاصل کیا، سید اشرف جہانگیر سمنانی شیخ خیر الدین کے استفسار کے بغیر ان کے لاینحل مسائل کا اس طرح حل بیان فرمادیا کہ شیخ خیر الدین نہ صرف مطمئن ہوئے بلکہ آپ سے عقیدت کا جذبہ شدید بھی ان کے دل میں پیدا ہو گیا، دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہو گیے، چار سال کی سخت ریاضت ومجاہدہ کے بعد آپ نے ان کو خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ (۱)

☆ حضرت شیخ محمد کبیر عباسی جو حضرت کے اجلہ خلفا میں سے تھے، ایک مرتبہ آپ سے یہ سوال کیا کہ بندہ اپنے عمل سے بہشت میں جائے گا یا خدا کی رحمت سے؟ آپ نے اس عقدہ کو بھی بہت ہی خوبصورت انداز میں حل فرمایا۔

فرماتے ہیں:

''میری بات سمجھنے کے لائق ہے اے فرزند! میں یہ نہیں کہتا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے بندہ بہشت میں جائے گا لیکن جب تک کہ بندہ طاعت اور عبادت الٰہی سے اپنے کو لائق رحمت نہ بنائے گا رحمت اس پر کب پہنچے گی؟ میں یہ نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ''ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین'' اور جب رحمت بندے پر نہ پہنچے گی بہشت میں کیونکر جائے گا؟ اگر کوئی کہے کہ صرف ایمان کی وجہ سے جنت میں جائے گا میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن خدا تک کیسے پہونچے گا؟ بندہ کو عبادت سے چارہ نہیں بندہ کو بندگی چاہئے اور کریم کو کریمی۔ (۲)

☆ ایک مرتبہ آپ نجی محفل میں علم دین کے فضائل کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے فضائل بھی بیان کر رہے تھے اس پر ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ قرآن مجید سے بھی کچھ دلیل ہے کہ علم بلا عمل کام نہیں آتا؟ آپ نے فرمایا: بہت جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ سنئے: ''قال اللہ تعالیٰ: لَیْسَ لِلْاِنْسَانَ اِلَّا مَا سَعٰی'' انسان کے واسطے وہی کارآمد ہے جو کچھ اس نے کوشش کی۔ اے فرزند! جانتا ہوں کہ تو نے پڑھا ہو گا کہ یہ آیت منسوخ

(۱) - نظام یمنی، لطائف اشرفی، حصہ اول مترجم شمس بریلوی، ص، ۲ ۶۳، ناشر اشرفی انٹرپرائز کراچی
(۲) - نظام یمنی، لطائف اشرفی، حصہ اول، صفحہ نمبر ۱۱۱، مترجم، حکیم عبدالحی اشرف، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی، سنہ اشاعت ندارد

ہے مگر دوسری آیتوں کی نسبت کیا کہے گا۔ ''فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا... جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اور جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اسی طرح چند آیتیں آپ نے بطور حوالہ فوراً ذکر فرمادیں جس سے سائل کی تسلی ہوگئی۔ (مصدر سابق)

☆ دنیا کی سیاحت اور رشد وہدایت کے سلسلے میں ایک دفعہ آپ سبزوار کے علاقے میں پہنچے تو وہاں کے عوام وخواص کے علاوہ علما بھی آپ سے ملاقات کے لیے آئے ،آنے والوں میں ایک اس علاقے کے مشہور فاضل تھے اس نے آپ سے سوال کیا: ''آپ اپنی مجلسوں میں یزید پر لعنت کرتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن اکثر عالموں اور فاضلوں نے لعنت تجویز کی ہے خاص طور پر وہ شخص جو انصاف پسند ہو،خاندان مصطفوی کو دوست رکھتا ہو اور دودمان مرتضوی سے محبت کرتا ہو،اس کے لیے اس میں کیا مضائقہ ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں پر اس قدر مظالم ڈھائے ہیں اور بتول کے نور چشموں کو مصائب میں مبتلا کیا ہے وہ قابل لعنت کیوں نہ ہو؟

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ نے ان پر لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں ان کے لیے خواری کا عذاب تیار کیا،اس سے بھی اہل فہم معلوم و مقرر کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا نے بحث کی اور علمی مقدمات درمیان میں لائے آپ نے ان علمی مقدمات کا جواب محتاط انداز میں دیا،جب مقدمات کی تشریح نے طول پکڑا اور روایات ایک دوسرے کی تاویل میں تحلیل ہوگئیں تو اس مسئلہ کو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے سامنے پیش کیا گیا،قاضی صاحب نے دونوں کے مقدمات کو توجہ سے سنا اور آپ کے حق میں فیصلہ دیا اس کے بعد تقریباً بیس دنوں تک فضلائے شہر نے قاضی صاحب سے اس مسئلہ سے متعلق بحث کی۔

(۱)- پارہ،۲۲،احزاب،۵۷

سید اشرف جہانگیر سمنانی نے باضابطہ اس سلسلے میں ایک رسالہ ''لعنت فسقی'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے،اس رسالے میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔(۱)

جس وقت آپ اپنے پیرومرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بنگال تشریف لے گیے تھے اس وقت ریاست بنگال کے نامور عالموں کے درمیان بھی یہ بحث جاری تھی کہ یزید پر لعنت فسقی درست ہے یا نہیں؟ علمانے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے متعلق عجیب قسم کے سوالات اور الٹی سیدھی بحث کی تھی جو تقریبا ایک ماہ تک جاری تھی اور اخیر میں آپ کے علمی مقدمات اور فقہی روایات کی بنیاد پر سبھوں نے تسلیم کیا کہ یزید پر لعنت فسقی جائز ہے۔

☆ پنڈوہ شریف مالدہ سے کچھوچھہ شریف کے سفر میں جب آپ محمد آباد ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) پہنچے اور وہاں قیام فرمایا،یہاں قرب وجوار کے علما آپ سے ملنے آئے اور علمی گفتگو شروع کی مختلف علمی مباحث پر تبادلہ خیالات کے بعد خلفائے راشدین پر گفتگو ہونے لگی،آپ نے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جو فضائل ومناقب بیان کیے سب نے آپ کی تعریف کی،آپ نے فرمایا:''مناقب خلفاے راشدین پر میں نے ایک رسالہ بھی ترتیب دیا ہے سب نے اس کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کے خادم مولانا حسین کتابدار نے رسالہ پیش کیا،پہلے سبھوں نے اسے پسند کیا لیکن قاضی احمد نام کے ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں حضرت علی کی تعریف زیادہ کی گئی ہے،اس پر بحث ہونے لگی سارے علما قاضی احمد کی طرف ہو گیے آپ نے اپنے موقف کے اثبات میں مختلف دلائل پیش کیے لیکن علما اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور سبھوں نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ آپ کے عقائد کے خلاف فتویٰ جاری کیا جائے اور آئندہ جمعہ کو جامع مسجد میں وہ فتویٰ پڑھ کر سنایا جائے،علما کی یہ نازیبا حرکت آپ کو ناگوار خاطر ہوئی،اتفاق کہ جمعہ کو اس قدر بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا اور لوگوں کے گھروں میں پانی بہنے لگا اس وجہ سے کوئی بھی مسجد نہ پہونچ سکا،معترضین کی جماعت میں تفرقہ

(۱)- لطائف اشرفی،حصہ سوم،ص:۴۳۲،مترجم پروفیسر لطیف اللہ،مطبوعہ کراچی

پڑ گیا، ایک عالم سید خاں نام سے تھے ان کو خواب میں ہدایت ہوئی کہ ”اشرف جہانگیر معمولی آدمی نہیں ہیں تم ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے خیریت اسی میں ہے کہ تم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کرو“ سید خاں کی زوجہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا اور سید خاں کو صلاح دی کہ حضرت سے عذر خواہی کرو اور تمہارا کوئی لڑکا نہیں ہے ان سے دعا کراؤ شاید ان کے طفیل سے اولاد نصیب ہو سید خاں حاضر ہوئے اور کہا آپ تردد نہ کریں میں ان سب معترضین کو جواب دوں گا آپ نے فرمایا یہ فقیر بھی جواب باصواب رکھتا ہے لیکن وہ لوگ بے انصافی سے قبول نہیں کرتے، اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔

دوسرے جمعہ کو جب علما نے استفتا پیش کیا تو سید خاں نے استفتا اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور کہا کہ حضرت علی کے مناقب کے بابت تمہارا اعتراض بے جا ہے کیونکہ یہ اعتراض سید کی کتاب پر درست نہیں اگر غیر سید ایسا لکھتا تو اعتراض کی گنجائش ممکن تھی کیونکہ اپنے باپ کی تعریف میں غلو معاف ہے علما نے اس کی سند مانگی تو سید خاں نے ایک حدیث کا حوالہ دیا جس میں یہ الفاظ شامل ہیں:

”الناس ابناء الدنیا و لا یلام الرجل علی حب ابو یه و بمدحهما“

یعنی آدمی دنیا کے فرزند ہیں اور کسی مرد پر اپنے والدین سے محبت رکھنے یا ان کی تعریف کرنے پر ملامت نہیں کی جاتی ہے۔

یہ سن کر سارے معترضین خاموش ہو گیے اور شرمندہ ہو کر آپ سے معذرت کرنے لگے آپ نے سید خاں اور ان کے ہم زبان علما کے لیے دعا کی مگر اعتراض کرنے والوں کے لیے دعائے خیر نہ کی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے سید خاں کو چار اولاد نرینہ عطا کی۔ [۱]

☆ جونپور کے سفر میں جب آپ ظفر آباد پہنچے تو ”ظفر خاں مسجد“ میں قیام فرمایا آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ مسجد میں قیام کرنا زیادہ پسند کرتے تھے، چنانچہ سفر کا سارا سامان اتارا گیا سواری اور باربرداری کے جانور بھی مسجد میں باندھ دیے گیے جب

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ اول، صفحہ ۷۲، مطبوعہ کراچی

لوگوں نے ان جانوروں کو مسجد میں باندھا دیکھا تو شہر میں ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ عجب درویش آئے ہیں دیکھنے میں عالم معلوم ہوتے ہیں اور احترام مسجد کے خلاف بھی عمل رکھتے ہیں ، کچھ علما امتحان اور اعتراض کی نیت سے مسجد میں حاضر ہوئے لیکن آپ کی جلالت شان کو دیکھ کر کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی اور قریب بیٹھ گیے آپ نے اپنی فراست ایمانی سے ان کے آنے کا مقصد سمجھ لیا، اتنے میں ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک جانور نے آپ کی طرف دیکھا اور کچھ اشارہ کیا آپ نے ایک خادم کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں جانور کو باہر لے جاؤ پیشاب کرے گا وہ جانور باہر لے گیا اور آپ محو گفتگو ہو گیے کچھ وقفہ کے بعد ایک دوسرا جانور بھی آپ کی طرف دیکھا اور کچھ اشارہ کیا آپ نے خادم کو حکم دیا اسے بھی باہر لے جاؤ یہ لید کرے گا اسی طرح چند جانور یکے بعد دیگرے باہر نکالے گیے اس کے بعد آنے والوں کی طرف آپ مخاطب ہوئے اور ان کے دل میں جو سوالات تھے ان کا جواب دیتے ہوئے یوں لب کشا ہوئے:

”جانوروں کا مسجد میں باندھنا ان کی کثافت اور غلاظت کی وجہ سے ممنوع ہے جب میرے جانوروں میں وہ علت باقی نہیں تو باندھنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہاں ادب کا تقاضا یہی ہے کہ نہ باندھا جائے مگر ہم لوگ مسافر ہیں اور حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کر سکتے اس وجہ سے ان جانوروں کو صحن مسجد میں باندھ دیئے گیے ہیں۔ آپ کی باتیں سن کر وہ لوگ بہت متاثر ہوئے، آپ کے معتقد ہوئے اور کچھ کہے بغیر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گیے۔ [۱]

☆ سید اشرف جہانگیر سمنانی کی جب جونپور آمد ہوئی ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی جو علوم عربیہ کے متبحر عالم تھے اور سلطان ابراہیم جس کے بے حد معتقد تھے، وہ اپنے ہمراہ کچھ علما کو لے کر آپ سے ملاقات کے لیے پہنچے جب سواری سے نیچے اترے تو علمائے کرام کو اس بات کی ہدایت کی کہ سید کی پیشانی پر مجھے انوار ولایت تاباں نظر آ رہے ہیں وہاں اپنی مولویت کا بھرم رکھتے ہوئے مؤدب رہنا اور امتحانا کوئی سوال بھی نہ کرنا لیکن اس کے باوجود ان علمائے کرام کے دلوں میں سوالات کے چو ہے

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ دوم، صفحہ ۶۶، مطبوعہ کراچی

کو دنے لگے آپ قاضی صاحب کے ساتھ محوِ گفتگو تھے ان علما کے دل کی کیفیات کو محسوس کرلیا شیخ ابوالوفا خوارزمی جو آپ کے شریکِ سفر تھے ان سے فرمایا کہ مولوی صاحبان کے سوالات کا جواب دو یہ فرما کر آپ پھر سے دوبارہ قاضی صاحب سے محوِ گفتگو ہوئے مگر لوگوں کو اس بات کی حیرت ضرور ہوئی کہ کیا سوالات ہیں اور ان کے کیا جوابات ہوں گے جب کہ اس قسم کی ابھی تک محفل میں کوئی بات بھی نہیں ہوئی ہے، آپ کے حکم کے مطابق شیخ ابوالوفا خوارزمی نے مولویوں کے تمام دلی سوالات کے شستہ انداز میں نہایت ہی تشفی بخش جواب دیے، قاضی صاحب اور سارے علما بے حد متاثر ہوئے اور آپ کے عقیدت مند ہوکر واپس ہوئے، جونپور کے قیام میں ملک العلما قاضی شہاب الدین کو آپ کی ذات سے بڑی وابستگی پیدا ہوگئی، انہیں آپ کی خدمتِ اقدس میں آئے بغیر چین نہیں ملتا، بار بار آتے شرفِ حضوری حاصل کرتے، آپ ان سے کبھی اسرارِ وحدت اور حقائقِ تصوف کے بارے میں گفتگو فرماتے اور وہ اس کو بڑی توجہ اور عقیدت مندی سے سنتے اور کبھی علوم عقلیہ کی موشگافیاں فرماتے جس میں وہ دلچسپیوں کے ساتھ حصہ لیتے قاضی صاحب آپ کو اپنی تصنیف کردہ کتابیں بھی سنایا کرتے اور آپ کی تصدیق حاصل کرتے، آپ قاضی صاحب کے علم سے بے حد متاثر تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''ہم نے ہندوستان میں قاضی شہاب الدین جیسی فضیلت و بزرگی کسی دوسرے شخص میں کم ہی دیکھی ہے'' قاضی شہاب الدین کو ملک العلما کا خطاب آپ نے ہی دیا تھا۔[۱]

☆ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ جس زمانے میں گلبرگہ سے واپس ہوئے تو احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے، اس قیام کی وجہ یہ تھی کہ شیخ مبارک اور شیخ الاسلام گجراتی وغیرہ جیسے عزیزوں کا اصرار تھا کہ چند روز وہاں قیام فرمائیں، ایک روز حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ دوپہر کے وقت قیلولہ فرمارہے تھے، عین اسی وقت شیخ الاسلام گجراتی اور شیخ مبارک کے درمیان توحید کے مسئلہ پر اختلاف ہوگیا، ہر فریق نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل و براہین پیش کئے، آخر میں یہ طے ہوا کہ آپ سے استفادہ کریں، قطعہ:

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ دوم، صفحہ ۴۷، مطبوعہ کراچی

مشکل اندریں سخن چرا باشد　　چونکہ مشکل کشائے عالم ہست
عجب است ایں کہ از دیگر پرسد　　داشت جام جہاں نمائے بدست

ترجمہ: کسی بات میں مشکل کس لئے پیدا ہوگی کہ مشکل کشائے عالم ہمارے ساتھ ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ جام جہاں نما اپنے ہاتھ میں ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے معلوم کیا جائے۔

چنانچہ دونوں نے اس غیر حل شدہ مسئلہ کے ساتھ آپ کی جانب رخ کیا اور آپ کو سویا ہوا پایا، کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد طے کیا کہ کسی دوسرے وقت دریافت کریں گے، ابھی قیام گاہ سے واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ آپ کے دستِ مبارک کی چھوٹی انگلی نے بولنا شروع کیا اور صراحت کے ساتھ تمام مقدمات بیان کئے اور ہر ایک کی تشریح کی۔ آخر میں جو اشکال پیدا ہوسکتے تھے انھیں بھی بیان کیا، پھر ایک ایک اشکال کا جواب دیا، اور جواب بھی کیسے جیسے روح افزا آبِ حیات ہو، یہ سن کر تمام عزیزوں کی روح کو فرحت حاصل ہوئی۔[۱]

☆☆☆

(۱)- لطائف اشرفی حصہ سوم اردو: صفحہ ۶۱۲: مترجم پروفیسر لطیف اللہ: مطبوعہ کراچی

علما کی تنقیدات کا محاسبہ

بلند ہستیوں اور عبا قر روزگار شخصیتوں کو مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اور کافی نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، علم و معرفت اور ترقی منازل کی راہ میں کافی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں اور مختلف آزمائشوں کا انہیں مقابلہ کرنا پڑتا ہے، حاسدوں کی ریشہ دوانی، بدخواہوں کی بدعنوانی، متکبر کا تکبر، ظالم کا ظلم، شعلہ بار نگاہیں اور تنقید نگار ذہن ان کی مختلف منزلوں میں دیوار بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں اس میں علم کی ہمہ ہمی اور فن کا ارتقا بھی مہمیز کرتا ہے وہ دوسروں کے شرف و بزرگی کو تسلیم کرنا اپنے لیے معیوب اور سامان ذلت سمجھتا ہے اسے دوسروں کا فضل اپنی توہین محسوس ہونے لگتا ہے، اس لیے وہ اس کے ارتقائی سیلاب پر بند باندھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور کبھی آمنے سامنے تو کبھی پس پردہ قدغن کی مہم جاری رکھتا ہے۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی کو بھی اس طرح کے پرخار وادیوں اور انانیت کے راستوں سے گذرنا پڑا، بڑے بڑے عالموں نے آپ کے علم و حکمت اور فضل و بزرگی کی آزمائش کی اور بہتوں نے آپ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور آپ پر فوقیت و برتری ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن ہر گام پر آپ کی علمی عبقریت فائق و حکمراں رہی اور مدمقابل کو شرمندگی و رسوائی نصیب ہوئی، ذیل کے سطور میں اس کے چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کریں۔

☆ سید اشرف جہانگیر سمنانی جب پہلی بار روم تشریف لے گیے خانقاہ عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی میں قیام فرمایا صاحب سجادہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کی ضیافت کی اور اس سلسلے میں بہت سے مشائخ کو بھی مدعو کیا، مدعو لوگوں میں روم کے شیخ الاسلام بھی تھے جو بڑے دانش منداور فاضل تھے جب وہ گھر سے دعوت میں شرکت کے

لیے چلے تو یہ ارادہ کیا کہ سید اشرف جہانگیر سمنانی سے کچھ ایسی باتیں پوچھی جائیں جن کا ان سے جواب نہ بن پڑے چنانچہ یہ خیال لے کر کے خانقاہ میں پہنچے، آپ اس وقت کھانے کے کمرے میں تشریف نہیں لائے تھے جب سبھی مدعو حضرات آئے تو بعد میں آپ بھی تشریف لائے مگر کمرے کے باہر ہی کھڑے ہوگیے، شیخ الاسلام اور تمام لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک سے ایک صورت نکلی جو ہو بہو آپ کے شکل کی تھی اور اس صورت سے پھر دوسری صورت پیدا ہوئی اور دوسری صورت سے تیسری یہاں تک کہ آپ کے اردگرد آپ ہی جیسی سو شبیہیں پیدا ہوگئیں اس وقت آپ نے یہ رباعی ارشاد فرمائی:

ولی کامل آئینہ صورت گراست   صد ہزاراں صورت از وے بر درست
صورت عالم چہ باشد کاندروں   عرش و فرش ہر آنچہ دروے بر درست

ہر شخص خوف زدہ اور ششدر ہو کر رہ گیا، مخدوم زادہ رومی نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور ایک ممتاز جگہ پر آپ کو بٹھایا، آپ حضرت شیخ الاسلام رومی کی طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''ان صورتوں میں آپ کس سے مسائل پوچھنا چاہتے ہیں، شیخ الاسلام پہلے ہی سے حواس باختہ ہوگیے تھے آپ کا دوسرا کشف دیکھ کر لرز گیے اور اٹھ کر آپ کے قدموں میں گر پڑے، مخدوم زادے سے معذرت کے لیے سفارش چاہی آپ نے فرمایا کہ مخدوم زادے کی خاطر سے معاف کرتا ہوں لیکن آئندہ کسی صوفی کے علم کا انکار نہ کرنا۔''(۱)

دوسرے دن نماز فجر کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی وظائف میں مشغول تھے، اچانک مولانا شیخ الاسلام رومی برہنہ سر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بہت معافی مانگنے لگے، آپ کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ رات کو گھر کی چھت پر لیٹا ہوا سونے کی فکر کر رہا تھا کہ اچانک دس آدمی نہ جانے کدھر سے برہنہ تلواریں لیے پہونچ گیے اور ایک شخص میرے سینے پر چڑھ گیا اور کہا تو غوث العالم سید اشرف جہانگیر کی غیبت کرتا ہے ہم لوگ تیرا سر کاٹنے آئے ہیں لیکن ٹھیک اسی وقت ایک مرد بزرگ نورانی

(۱)- لطائف اشرفی اردو، حصہ اول، ص ۲۴۸، مترجم سید حکیم عبدالحی اشرفی جیلانی

شکل کے پہونچ گیے اور وہ بزرگ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے کہ میں نے حضرت سے اس کی معافی طلب کر لی ہے اس کو چھوڑ دو ان کی بڑی خوش آمد سے ان لوگوں نے مجھے چھوڑا جب وہ سب لوگ چلے گیے تو اس مرد بزرگ نے بہت سخت انداز میں کہا: خبردار! مردان خدا کے معاملات میں کبھی دخل نہ دینا، نہ آئندہ کبھی کسی قسم کی گستاخی تم سے سرزد ہو اور صبح جا کر ان کے قدموں پر گر کر معافی مانگو۔

آپ نے اس واقعہ کو سنا تو فرمایا کہ مولانا جانتے ہو وہ نورانی شکل کے بزرگ کون تھے؟ مولانا شیخ الاسلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارے دادا تھے، صاحب کشف وکرامت بزرگ گزرے ہیں، ان کی نصیحت پر ہمیشہ عمل کرنا اور فقرا سے بدظنی کبھی نہ کرنا۔ (۱)

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کی احمد آباد گجرات کے سفر میں شیخ الاسلام گجراتی سے ملاقات ہوئی ، یہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے فنون عربیہ اور علوم ظاہری کے جامع تھے، علم ہیئت ونجوم میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے اس نے بطور آزمائش آپ سے چند علمی مسائل دریافت کیے، آپ نے ان سب کا کافی ووافی جواب مرحمت فرمایا لیکن اس نے اپنی خودنمائی کے لیے کافی جدال کیا اور آپ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کیے یہاں تک کہ معاملہ مناظرہ کی نوبت تک پہنچ گیا آپ نے صبر وتحمل سے کام لیا جب یہ گھر واپس ہوئے اور رات کو سوئے تو دیکھا کہ خواب میں کسی نے یہ ہدایت کی:

’’ خبردار سید سے حجت اور مناظرہ مت کرو آج اکابر کی روحیں آڑے آ گئیں اور تم آفت سے محفوظ رہے اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو‘‘

جب صبح بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (والی احمد آباد) کو اپنا سفارشی بنا کر ان کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصور کی معافی طلب کی آپ نے فرمایا اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محفل صفا ہے یہ کہہ کر آپ نے ان کو معاف کر دیا اور وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

(۱)- لطائف اشرفی حصہ سوم اردو: صفحہ ۶۱۲: مترجم پروفیسر لطیف اللہ

آپ اس سفر میں دو سال تک گجرات کی سرزمین میں رہے، شیخ الاسلام ہر وقت آپ کی خدمت حاضر رہتے تھے، ریاضت ومجاہدہ کے بعد آپ نے شیخ الاسلام کو خلافت کی دولت بھی عطا کی اور واپسی میں وہاں کے لوگوں کے استفادہ کے لیے ’’فوائد الاشرف‘‘ نام سے ایک رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرمایا۔ (۱)

☆ ایک مرتبہ آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے کچھوچھہ شریف کے مضافات میں قصبہ سنجھولی تشریف لے گیے اس وقت روح آباد میں نماز جمعہ کے لیے مسجد نہیں بنی تھی، جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد ایک ملا نے علم کلام کا مسئلہ جبر وقدر پر گفتگو کی اور کہا کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے یا نہیں؟ اگر مختار مانا جائے تو یہ عقیدہ فرقۂ قدریہ کا ہے اور اگر وہ اپنے فعل کا مختار نہیں ہے تو یہ مذہب جبریہ کا ہے اور یہ دونوں نظریے اہل سنت وجماعت کے نزدیک مردود ہیں تو اب دونوں کے درمیان وہ کون سی راہ ہے جس پر ہم اپنے عقیدے کی بنیاد رکھیں؟

آپ نے فرمایا یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور ائمہ متکلمین نے اس میں بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں چنانچہ امام فخر الاسلام نے کتاب بزدوی میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ باعتبار ظاہر (صورت) اختیار ہے اور باعتبار حقیقت (معنی) جبر ہے۔

اس شخص کے غرور علم نے اس جواب کو تسلیم نہیں کیا جب کہ آپ کا یہ جواب اس قدر جامعیت رکھتا ہے کہ اسے سینکڑوں صفحات پر پھیلی ابحاث متکلمین کا ماحصل کہنا چاہیے کہ جبر وقدر کی حقیقت یہی ہے، بحث طویل ہوگئی اور وہ آپ کی گفتگو سننے اور سمجھنے کی بجائے اپنا زور علم دکھانے لگے اور اپنی علمی برتری کی بانگ لگانے لگے اور اثنائے گفتگو ایک ناشائستہ کلمہ بھی بول پڑے، آپ خاموش رہے، وہ چپ ہو جاتے تو خیر تھی مگر انہوں نے پھر بولنا چاہا جس سے آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا: ملا! ابھی تک تیری زبان چلتی ہے؟ ابھی آپ نے پورا جملہ ادا نہیں فرمایا تھا کہ اس کی زبان باہر نکل پڑی اور وہ بولنے کے قابل نہ رہا تمام حاضرین مجلس متحیر ہو کر معذرت کرنے لگے، ملا کی بوڑھی ماں کو خبر ہوئی تو وہ ہانپتی کانپتی مسجد

(۱)- لطائف اشرفی حصہ اول ص، ۶۴۱، مترجم شمس بریلوی

میں آئی اور آپ کے قدموں میں سر رکھ کر اس قدر روئی کہ تمام اہل مسجد کو اس کے حال پر ترس آیا بڑھیا نے کہا کہ میرا یہی ایک لڑکا ہے جب اس کی عاجزی حد سے گذری تو آپ نے فرمایا: تیر نشانے پر پہنچ گیا وہ پلٹ نہیں سکتا لیکن تیری خاطر سے یہ کہتا ہوں کہ زبان درست ہو جائے مگر لکنت باقی رہے اور اس کی نسل جب تک دنیا میں رہے اس کا ہر ایک لڑکا اور بوڑھا لکنت میں گرفتار رہے۔[۱]

☆ایک مرتبہ خانقاہ معلیٰ میں علی قلندر نام کا ایک فقیر قلندروں کی بڑی جماعت لے کر آیا اور آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے کو جہانگیر کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا لوگ کہتے ہیں، علی قلندر نے پلٹ کر پھر پوچھا لوگ جہانگیر کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: مجھے میرے پیر نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا وہ خود مجھے جہانگیر کہتے تھے اور ان کے کہنے سے دنیا کہنے لگی، اس نے پھر پوچھا آپ کے جہانگیر ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ آپ کو جلال آ گیا فرمایا کہ ثبوت یہی ہے کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جاں گیر بھی، قلندر فوراً زمین پر گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔[۲]

فقرا کی غلط فکروں کا ازالہ:

آپ نے جہاں علما کے شبہات دور فرمائے، اعتراضات ختم کیے اور عناد وتنقید کی گرم بازاری کو کمال تدبر سے سرد فرمایا وہیں فقرا کی غلط فکروں کی نشاندہی فرمائی اور انہیں اس پر متنبہ کیا، راہ سلوک پر چلنے والے کچھ فقیروں کا یہ نظریہ قائم ہو جاتا ہے کہ شریعت وطریقت کے درمیان فرق ہے، دونوں کے راستے الگ الگ ہیں، آج کل بھی کچھ حضرات کے اندر یہ زعم پایا جاتا ہے کہ شریعت وطریقت دونوں الگ الگ اور جداگانہ راہیں ہیں، راہ طریقت کے طالب کو شرعی علوم کی کیا حاجت، ان کے لیے علم لدنی کے دروازے کشادہ ہیں، اس لیے وہ راہ طریقت میں قدم رکھنے کے بعد احکام اسلامی کا پابند کہاں رہ جاتا ہے؟ معاذ اللہ، لیکن حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے ارشادات سے معلوم

(۱)- سید نعیم اشرف محبوب یزدانی، ص ۵۹، ۶۰

(۲)- لطائف اشرفی حصہ سوم اردو: صفحہ ۶۰۴: مترجم پروفیسر لطیف اللہ: مطبوعہ کراچی

ہوتا ہے کہ ان دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور دونوں کے درمیان کیا رشتہ ہے، آپ نے اس سلسلے میں بڑی خوبصورت رہنمائی فرمائی، چنانچہ ذیل میں اس کے چند واقعات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

☆روم کے سفر میں وہاں کی جامع مسجد میں آپ تشریف فرما تھے مذہب اہل سنت وجماعت کا ایک مخالف شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا طریقت شریعت پر مقدم ہے، آپ نے فرمایا: تم صوفیا پر اتہام کرتے ہو انہوں نے کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کیا جو کتاب وسنت میں نہ ہو، طریقت عین شریعت ہے اور شریعت طریقت سے جدا نہیں، تربیت اخلاق اور تصفیہ قلب وروح کے لیے قرآن میں جو کچھ لکھا ہے مشائخ کرام نے اسی سے طریقت کے مسائل کا استخراج کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ ملفوظات مشائخ کو میں نے ایک ایک لفظ پڑھا اور تمام اولیا زمانہ کی خدمت میں پہنچا لیکن صوفیا کی تحریر وتقریر سے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ تصوف کی کوئی منزل ایسی بھی ہے جہاں پہنچ کر عبادت معاف ہو جاتی ہو، ہاں ان خاصان حق نے بلند وبالا درجات حاصل کیے لیکن عمل صالح کا کوئی پہلو فروگذاشت نہ فرمایا اور وقت رحلت تک فرائض وواجبات کی تو بڑی اہمیت ہے ان سے سنت کا کوئی ادب بھی قضا نہ ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر جب نزاعی کیفیت طاری ہوئی تو اس وقت شیخ کبیر دینوری اور ایک دوسرے بزرگ بھی موجود تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شبلی نے اشارے سے فرمایا کہ مجھے وضو کرا دو چنانچہ میں نے انہیں وضو کرایا لیکن داڑھی کا خلال بھول گیا اس وقت ان کی زبان بے قابو ہو چکی تھی مگر آپ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی داڑھی تک لا کر خلال کا اشارہ کیا اور روح پرواز کر گئی۔[۱]

☆ایک روز آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اتنے میں آپ سے ملاقات کے لیے درویشوں کی ایک جماعت آئی اور عجائبات عالم کے بارے میں آپ سے مختلف سوالات کیے، آپ نے بمقتضائے محل ان کے سارے سوالوں کے جوابات دیے، اثنائے گفتگو ان

(۱)- لطائف اشرفی اردو، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، حصہ اول، صفحہ ۳۴۲، مطبوعہ کراچی)

میں سے ایک درویش نے یہ کہا: رزق چوں مقدر است گردیدن چیست ؟ یعنی رزق جو مقدر میں ہے وہ ملے گا اس کے لیے پھرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: رزاق چوں گرداند پر سیدن چیست ؟ یعنی خدا جب پھروائے تو اس سے کیا چارہ ہے؟ جب درویشوں کی جماعت چلی گئی اور لوگ بھی رخصت ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: عجب درویش ہیں ان کو سفر میں سوائے طلب رزق کے اور کچھ فوائد نظر نہیں آتے حالانکہ سیاحی کے منافع بے حد و بیشمار ہیں۔[۱]

☆ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے ایسے درویشوں اور فقیروں کی اصلاح فرمائی جو بادشاہوں، سلاطین اور امراء کی ملاقات سے اجتناب کرتے ہیں اور ان سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور اپنے کو ان سے ہمیشہ بچانے کی کوشش کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

انسانوں کے مختلف طبقات اور دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ درویش کو سلاطین اور ملوک سے کیا تعلق اور بادشاہوں سے رسم وراہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے، اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ عوام کا یہ قول ایک بڑی غلطی ہے، جس سے جہالت، غرور، خود پسندی کی بو آتی ہے، اے عزیز اگر کوئی شخص خود کو دوسرے شخص سے بہتر خیال کرتا ہے تو یہ خیال بذات خود شیطان کا عمل، اس کی فریب کاری اور نفس امارہ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (شیطان نے جواب دیا) اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ (میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے خاک سے پیدا کیا ہے) اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر تصور کرے تو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجہ کی جانب ترقی کرے گا، تم نے آیت کریمہ میں پڑھا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی (اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا) لیکن اس کا کیا فائدہ جب تم اس حقیقت سے نا آشنا ہے، نیک لوگوں کی نیکیاں، برے لوگوں کی برائیوں کے دفتر میں نہیں لکھتے، نہ بروں کی برائیاں احرار کے نامے میں لکھی جاتی ہیں، قطعہ:

(۱) - مقدمہ لطائف اشرفی جلد اول، ص ۸۷، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ مقدسہ

چرا بینی بہ سوئے کس بہ انکار　　کہ محرومی بسے می آرد ایں کار
کہ اندر نامۂ اعمال نیکاں　　بنویسند ہرگز سوئے اشرار

ترجمہ: کسی دوسرے کی طرف انکار کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے؟ بہت سی محرومیاں اسی عمل سے پیدا ہوتی ہیں، یہ کس طرح ممکن ہے، برے لوگوں کی برائیاں، نیکوں کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں۔

اسی بنا پر کسی شخص کا مراتب سے گر جانا اور طاعت میں کمی رہ جانا کاملین کے مشرب سے متعلق نہیں ہوتا، شاید بوستاں کی یہ حقیقت تیرے گوش تک نہیں پہونچی، ایک مغرور عابد نے ایک گنہگار سے نفرت کا برتاؤ کیا اور اپنے اس عمل کی شامت سے سب سے پست درجہ میں پہونچ گیا۔

امرا اور سلاطین یا تو عبادت گزار عادل ہوتے ہیں یا ظالم ہوتے ہیں اگر وہ عادل ہیں تو عادل و عابد کا چہرہ دیکھنا باعث برکت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "عند ملاقاۃ الملوک تنزل الرحمۃ" یعنی بادشاہوں سے ملاقات کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے، حضور ﷺ نوشیرواں کے شرک کے باوجود اسے" اھنھا وازکھا" (وہ مبارک اور پاکیزہ تھا) فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا" ولدت فی زمن الملک العادل نوشیرواں" یعنی میں عدل کرنے والے بادشاہ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔

اگر کوئی بادشاہ یا حاکم بدکار اور ظالم ہے تو تمام عابدوں، زاہدوں اور مشائخ پر فرض ہے کہ اسے سمجھائیں اور سیدھے راستے پر لائیں، لیکن ان کی غرض مردار چیزیں اور دنیا کے گندے اسباب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان بزرگوں کی ہمت اس بات پر لگ جائے کہ بدکاروں کا گروہ منع کردہ کاموں سے بچے اور غیر شرعی باتوں سے پرہیز کرنے لگے، ان کی توجہ شرعی کاموں اور اصلی کمالات حاصل کرنے کی طرف ہو جائے، کیوں کہ بغیر اچھی نیت کے قدم اٹھانا حرام کوشش ہے، یہی حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔[۱]

(۱) - ملخصاً لطائف اشرفی حصہ دوم اردو: صفحہ ۸۴: پروفیسر لطیف اللہ: مطبوعہ کراچی

شریعت اور طریقت کی حقیقت:

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے شریعت اور طریقت کی حقیقت کے بارے میں بہت ہی عمدہ اور واضح تشریح فرمائی اور بہترین امثال ونظائر سے ان دونوں کے رشتے کو واضح کیا، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

علم شریعت ہے، اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے، حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے، جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں، جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے، ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے، شریعت میں رخصت کی اجازت ہے، لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے، بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت وطریقت میں اتحاد عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے، دونوں میں مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے، حتی کہ فروعات وحال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں۔ (۱)

اغیار سے بحث ومباحثہ اور دعوت حق:

آپ سے جہاں علمائے اسلام نے علمی بحث ومباحثہ کیا اور آپ ان کے سارے علمی سوالات کے جوابات دیتے رہے، اغیار نے بھی دین اسلام کے حوالے سے آپ سے بحث وحجت کی، آپ نے ان سے بھی بحث ومباحثہ کیا اور مذہب اسلام کی حقانیت پر اس طرح دلائل پیش کئے کہ انھیں بھی اسلام کی دولت نصیب ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے آپ کی غلامی کی زندگی اختیار کر لی، اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں ذیل میں بطور نمونہ صرف دو واقعے نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ ایک مرتبہ آپ بنارس تشریف لے گئے اور کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہے، ایک

(۱)-لطائف اشرفی حصہ دوم اردو: صفحہ ۱۲۸: مترجم پروفیسر لطیف اللہ: مطبوعہ کراچی

روز سیر کرتے ہوئے بُت خانہ (مندر) کی طرف سے آپ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ ہندو انتہائی نیاز مندانہ طور پر بتوں کی پرستش کر رہے تھے، ان کی نیاز مندی کو دیکھ کر آپ وہاں رک گئے اور بہت دیر تک محو حیرت رہے، پھر آپ پر وہ حالت طاری ہوئی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

اگر نقش رخ زلفت نبودے درہمہ اشیاء
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

خداوندا اگر تیرے رخ اور زلف کا نقش تمام چیزوں میں نہ ہوتا تو مغاں (آتش پرست) ہرگز لات وعزّیٰ کی پرستش نہ کرتے، جب پجاریوں نے آپ کو قریب کھڑا دیکھا تو بھاگے دوڑے سب آپ کے پاس آئے اور بحث ومباحثہ شروع کر دیا، اپنے مذہب کی حقانیت میں ترجیحی دلیلیں پیش کرنے لگے، آپ نے بھی اسلام کی حقانیت وصداقت پر دلائل کے انبار لگا دئے، مگر وہ ہٹ دھرم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر فرمایا کہ اگر یہ بت جن کی پرستش تم ابھی کر کے آرہے ہو اگر یہ خود تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا! ''ہاں''، اس کے بعد آپ نے مندر کے ایک بت کو ہاتھ میں لے کر کہا کہ اے بت اگر محمد رسول اللہ کا دین برحق ہے تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ، جس پر بت نے با آواز بلند کلمہ پڑھا، حاضرین نے بت کے کلمہ پڑھنے کی آواز کو اپنے کانوں سے سنا اور یہ منظر دیکھ کر برہمنوں کی ایک جماعت حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ (۱)

☆ بنارس ہی میں جوگیوں سے مقابلہ کا ایک اور دوسرا واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ آپ بنارس تشریف لے گئے تو آپ کو کچھ لوگوں نے بتایا کہ یہاں مندر میں ایک بت ایسا ہے جو از خود آنکھیں کھولتا ہے اور اس کی آنکھ سے روشنی نکلتی ہے، جب آپ اس مندر میں پہونچے تو اس طلسماتی کارخانہ میں آپ کے پہونچنے سے کھلبلی مچ گئی، جادوگر جوگیوں سے آپ کا زبردست مقابلہ ہوا، آپ کی کرامت سے نظر فریب بت پتھر کا ڈھیر بن گیا پھر آپ نے پجاری جوگی سے کہا کہ تم بھی پتھر بنو اور یہ بت بھی پتھر ہے، صرف آپ

(۱)-عبدالسلام نعمانی: تاریخ آثار بنارس: صفحہ ۷۸: سن اشاعت ۱۹۶۰ء

نے اتنا ہی کہا تھا کہ پجاری پتھر کی مورت کے مانند منجمد ہو گیا اور جس بڑے بت کی آنکھوں سے روشنی نکلتی تھی وہ صرف دو گڈھے رہ گئے، مسافروں کی آمد و رفت کا زمانہ تھا، آپ تو وہاں سے اپنی قیام گاہ پر چلے آئے، چشم زدن میں یہ خبر ہر طرف پھیل گئی، تمام با کمال ہنود نے بہت کوشش کی کہ پجاری جوگی کسی طرح اپنی اصلی حالت میں آجائے، مگر نا کام رہے، بالآخر مخدوم کی خدمت میں التجا کرنے پہونچے کہ پجاری کی گستاخی معاف کر دیجئے آپ نے کہا جاؤ اپنے تنتر منتر اس پر آزماؤ وہ لوگ لوٹ کر پھر آگ جلانے اور منتر پڑھنے میں مشغول ہو گئے، اب یہ ہوا کہ پجاری کے جسم پر جگہ جگہ آبلے پڑ گئے، یہ دیکھ کر وہ اور پریشان ہوئے اور روتے گڑگڑاتے ہوئے حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے قدموں میں آگرے، آپ کو رحم آگیا، اپنے مریدوں اور پجاری کے چیلوں کے ہمراہ آپ مندر پہونچے، اس پجاری کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ ہوش میں آگیا، حواس درست ہو گئے، فوراً ہی اس نے آپ کے مقدس ہاتھوں کو بوسہ دیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ (۱)

معاصر علماء سے روابط و تعلقات اور ان کا علمی استفادہ:

سید اشرف جہانگیر سمنانی کی علمی اور روحانی شخصیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے کے جید علما و صوفیا سے آپ کے علمی و روحانی تعلقات و روابط بڑے گہرے تھے، آپ کے معاصرین میں ایسے ایسے علما و فضلا تھے جو علم و فضل میں اپنے اپنے مقام پر بلند درجہ رکھتے تھے اور اپنی مثال آپ تھے، آپ کے دور میں معاصر علما و صوفیا کی جو فہرست تاریخ کے حوالے سے ہمیں ملتی ہے ان سب کا آپ کے ساتھ بڑا گہرا ربط و ضبط تھا، روحانی اور علمی عظمتوں کے باوجود وہ آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے اور آپ کے علمی جاہ و جلال کو تسلیم کرتے تھے۔ پیچیدہ اور مشکل مسائل میں آپ سے رجوع کرتے تھے، آپ کے علمی فیضان سے استفادہ کرتے تھے جیسا کہ مکتوبات اشرفی کے بعض خطوط سے بھی اس بات کی تائید ملتی ہے۔

لطائف اشرفی اور دیگر کتب کے حوالے سے چند مشہور معاصرین کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱)- بدر القادری: مسلمان اور ہندوستان: صفحہ ۳۳۳: مطبوعہ دہلی

☆ شیخ علاء الدولہ سمنانی ☆ شیخ کمال الدین عبد الرزاق کاشی ☆ خواجہ سید محمد گیسو دراز ☆ امام عبد اللہ یافعی ☆ خواجہ بہاء الدین نقشبند ☆ سید جلال الدین بخاری المعروف جہانیاں جہاں گشت ☆ شیخ خلیل اتار ☆ میر سید علی ہمدانی ☆ شاہ نعمت اللہ ولی ☆ میر صدر جہاں ☆ شیخ قوام الدین اودھی ☆ خواجہ محمد پارسا ☆ خواجہ احمد قطب الدین چشتی ☆ شیخ بدیع الدین مدار ☆ سید جمال الدین خورد سکندر پوری ☆ شیخ قسیم ☆ خواجہ حافظ شیرازی ☆ شیخ ابو الوفا خوارزمی ☆ شیخ اسماعیل سمنانی ☆ شیخ نور الدین ابن اسد الدین ☆ شیخ جعفر بہرائچی ☆ شیخ صالح سمرقندی ☆ میر سید ید اللہ ☆ شیخ نور الحق پنڈوی ☆ قاضی شہاب الدین دولت آبادی ☆ ابو الرضا بابا رتن ☆ علامہ نجم الدین ابن صاحب ہدایہ ☆ شیخ صفی الدین ردولوی ☆ علامہ برہان الدین محمد بن نقی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلفا اور ان کی علمی خدمات:

سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ خلافت دینے کے معاملے میں بڑے محتاط تھے، آپ اس سلسلے میں علم شریعت کو بہت اہمیت دیتے تھے آپ نے کبھی بھی کسی ان پڑھ کو خلافت نہیں دی، آپ کے خلفاء کی فہرست میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو غیر عالم ہو، آپ کے خلفا سب عالم با عمل تھے، بلکہ بعض تو علم کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، انھوں نے کثیر تعداد میں علمی کتابیں تصنیف کیں اور علمی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا جیسے قاضی شہاب الدین دولت آبادی، علامہ صفی الدین ردولوی، شیخ سلیمان محدث وغیرہ یہ سب وہ علمی ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے زمانے میں علم و فضل اور تقویٰ و پرہیز گاری میں کمال حاصل کیا، اسی طرح آپ کے دیگر خلفاء نے بھی دینی و تبلیغی اور علمی لحاظ سے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ و مرقوم ہیں، تفصیل سے قطع نظر ذیل میں آپ کے مشاہیر خلفاء کی فہرست پیش کی جاتی ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے خلفا میں کیسے کیسے یکتائے روزگار علماء وفضلا تھے، اسماء گرامی یہ ہیں۔

سید عبدالرزاق نورالعین☆ شیخ نظام یمنی☆ شیخ کبیر☆ شیخ محمد عرف دریتیم☆ شیخ صفی الدین ردولوی☆ شیخ شمس الدین صدیقی اودھی☆ شیخ خیرالدین سدھوری☆ شیخ معروف جونپوری☆ شیخ سلیمان محدث☆ شیخ رکن الدین☆ شیخ قیام الدین شہباز☆ قاضی حجت☆ شیخ ابوالمکارم ہروی☆ شیخ اصل الدین☆ شیخ سماء الدین ردولوی☆ قاضی محمد سدھوری☆ سید محمد عثمان☆ شیخ ابوالمظفر محمد لکھنوی☆ شیخ عارف مکرانی☆ شیخ جمیل الدین سفید باز☆ مولانا غلام الدین جائسی☆ سید عبدالوہاب☆ شیخ جمشید بیگ☆ قاضی شہاب الدین دولت آبادی☆ شیخ کمال جائسی☆ شیخ حاجی فخر الدین☆ قاضی رکن الدین☆ شیخ داور☆ شیخ نورالدین☆ شیخ الاسلام گجراتی☆ حضرت شیخ مبارک☆ حضرت شیخ حسین☆ شیخ محمود وکنتوری☆ شیخ عبداللہ صدیقی بنارسی☆ شیخ صفی الدین مسند عالی صیف خان☆ شیخ بدیع الدین زندہ شاہ مدار۔

خانوادہ اشرفیہ کی علمی خدمات:

خانوادہ اشرفیہ کی علمی وادبی خدمات کی تاریخ بہت قدیم اور اس کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے، حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے دور سے لے کر اب تک خانوادہ اشرفیہ میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء فضلا، فقہا، محدثین، مفسرین، مقررین اور مصنفین جنم لئے اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیئے، بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کی علمی خدمات کی ضیاء بار کرنوں سے صرف برصغیر ہندوپاک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا روشن ومنور ہے، سید اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے دور میں رشد وہدایت، علم ومعرفت اور تبلیغ دین کا جو سلسلہ شروع کیا تھا آپ کی اولاد نے ہمیشہ اسے بدستور جاری رکھا اور مخدومی فیضان سے اکناف عالم کو فیضیاب کیا، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے فرزند معنوی سید عبدالرزاق نورالعین قدس سرہٗ کے چاروں صاحبزادے (سید شاہ حسن اشرف، سید شاہ حسین اشرف، سید شاہ فرید اشرف، سید شاہ احمد اشرف) علمی شخصیت کے مالک تھے اور بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے، ان کی اولاد میں بھی جلیل القدر علماء پیدا ہوئے اور ان کے ذریعے سے علم دین کی خوب خوب ترویج واشاعت

ہوئی، سید شاہ حسن کی اولاد میں حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، تاج الاصفیا سید شاہ مصطفی اشرف، عالم ربانی سید شاہ احمد اشرف، محدث اعظم ہند، سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف، شیخ اعظم علامہ سید شاہ اظہار اشرف، اشرف العلماء سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی، اشرف الاولیاء سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی، شیخ الاسلام علامہ سید شاہ مدنی میاں اشرفی جیلانی، تنویر ملت سید شاہ تنویر اشرف اشرفی جیلانی، قطب المشائخ سید شاہ قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی، سید شاہ مثنیٰ انور اشرفی جیلانی قدست اسرارہم ودامت فیوضہم کی دینی وعلمی خدمات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں اور جگ ظاہر ہیں۔

اسی طرح آپ کے دوسرے، تیسرے اور چوتھے شہزادے کی اولاد وامجاد کی علمی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، ان مشائخ کرام کی دینی علمی وروحانی خدمات کی بدولت سلسلہ اشرفیہ صرف ہندوپاک تک محدود نہیں بلکہ یورپ وامریکہ تک پہونچ چکا ہے اور سلسلہ اشرفیہ کی خانقاہیں، مدارس اور علمی وفکری تحریکیں تقریباً ہر ملک میں نظر آتی ہیں، جہاں تبلیغ دین اور مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کا سلسلہ مسلسل جاری ہے اور ان شاء اللہ علمی خدمات کا یہ سلسلہ صبح قیامت تک چلتا رہے گا۔

خانوادۂ اشرفیہ کی علمی خدمات کے تعلق سے حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کی یہ دلکش تحریر ملاحظہ کریں آپ فرماتے ہیں:

کچھوچھہ مقدسہ کی تعلیم کا حال آپ کیا جانیں؟ یہاں کے برکات وفیوض سے آپ کو کیا خبر؟ ہندوستان میں ابتدائے اسلام سے آج تک جو علماء کرام ہوئے ان سے اس آستانہ عالیہ کا حال پوچھو کہ کتنے کیا کچھ یہاں سے لیکر گئے، شیخ محقق دہلوی اور ملا بحرالعلوم لکھنوی سے یہاں کے فیضان کو دریافت کرو، فرنگی محل لکھنؤ ہمیشہ کے لئے بار منت خاندان اشرفی، اپنے سر پر لئے ہوئے ہے، ملا نظام الدین سرتاج علماء فرنگی محل اس خاندان کے شاگرد رشید ہیں ملا قلی اشرفی جیلانی ان کے استاد تھے، اور فرنگی محل کی تعلیمی برکتوں سے انکار جہل ہے، آج بھی سیکڑوں علماء کرام اس بارگاہ عالم پناہ کی غلامی پر ناز کرتے ہیں۔[۱]

آج برصغیر ہندوپاک میں جتنے مدارس اسلامیہ اور علمی مراکز ہیں ان میں بانی

(۱)- مفتی محمود احمد رفاقتی۔ مخدوم الاولیاء محبوب یزدانی صفحہ ۳۳۳

درس نظامی استاذ الہند حضرت ملا نظام الدین فرنگی محل قدس سرہ کا نصاب تعلیم رائج ہے جو درس نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، ملا نظام الدین نے اکثر کتب درسیات کا سبق خانوادۂ اشرفیہ ہی کے چشم و چراغ حضرت ملا علی قلی اشرفی جائسی قدس سرہ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت امین اشرف جائسی علیہ الرحمہ افتا و قضا کے سلسلے میں انفرادی شان کے حامل تھے، منصب قضا و افتا میں آپ کی اہمیت اور عبقریت کا پتہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہان شرقی نے یہ فرمان جاری کیا کہ کسی ایسے فتویٰ کو صادر نہ کیا جائے جس پر مولانا سید امین اشرف جائسی کی مہر و دستخط نہ ہوں۔[۱]

حضرت سلطان اورنگ زیب علیہ الرحمہ کی ذات بڑی بافیض تھی، علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے جامع تھے، علوم دین کی ترویج و اشاعت میں آپ کے عظیم کارنامے ہیں، جب علم کی دولت سے ان کو سرفراز ہونا ہوا تو خانوادۂ اشرفیہ کی دو عظیم شخصیات حضرت ملا باسو قدس سرہ اور حضرت ملا مبارک اشرف کی شاگردی اختیار کی اور اشرفی فیضان سے مالا مال ہوئے۔

پانچ سو سالہ قدیم خانقاہ ردولی شریف کے بانی مجدد سلسلہ صابریہ شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت شیخ عارف علیہ الرحمہ نے حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے مرید حضرت مولانا امیر احمد اشرفی ردولوی علیہ الرحمہ سے تحصیل علم کیا اور فیضان اشرفی سے مالا مال ہوئے۔

☆☆☆

(۱)- سید نعیم اشرف جائسی۔ محبوب یزدانی۔ ناشر دار العلوم جائس رائے بریلی

تحقیقات علمی

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے بہت سارے اہم مسائل کے تعلق سے اپنی قیمتی تحقیقات بھی پیش کیں، آپ کی تحقیقات، آپ کے علم و حکمت، وسعت معلومات اور علمی بصیرت پر روشن اور واضح ثبوت ہیں، ذیل میں آپ کی تحقیقات علمی کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

وحدۃ الوجود کی تحقیق:

وحدۃ الوجود کا مسئلہ فقہا و متکلمین کے درمیان ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، ارباب علم و فن نے اس مسئلہ کے تعلق سے اپنی قیمتی و نادر تحقیقات پیش کی ہیں، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے بھی مسئلہ وحدۃ الوجود کی بڑی اچھی تحقیق پیش کی، قرآن و حدیث اور صوفیاء کرام کی واضح عبارتوں سے وجود واحد کے اثبات میں بے شمار دلائل پیش کئے، اور اس مسئلہ کی ایسی وضاحت فرمائی جس کو مطالعہ کرنے کے بعد مسئلہ وحدۃ الوجود میں آپ کی تحقیق انیق کی اہمیت کا خوب خوب اندازہ ہوتا ہے، اس کی پوری تحقیق آپ کے رسالہ وحدۃ الوجود میں موجود ہے، یہاں پر صرف اس مسئلے کے اثبات کے تعلق سے چند مقدمات اور توحید کے کچھ معانی ذکر کئے جاتے ہیں، نیز توحید کے شواہد کے تعلق سے پہلی آیت کریمہ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) جو آپ نے بطور استشہاد پیش فرمائی ہے اور اس کی تشریح و توضیح بیان فرمائی ہے، بطور اختصار یہاں نقل کیا جاتا ہے، چناں چہ توحید کی تعریف اور اس کے معانی بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

توحید کی تعریف:

جان لیں کہ توحید کا لفظ وحدت سے نکلا ہے، اور اس کے لغوی معنی وحدت کے

قابل ہونے کے ہیں، علم وعقل کے قاعدے کے رو سے وحدت دو نوع پر ہے، ایک
وحدت مطلق از روئے ذات وصفات اور دوسرے وحدت مقید از روئے صفات بغیر
ذات ۔وحدت مطلق از روئے ذات وصفات یہ ہے کہ ایک ذات اپنی صفات کے ساتھ
موجود ہو اور دوسری ذاتیں مع اپنی صفات کے ناپید ہوں، جیسے باری تعالیٰ کی وحدت کے
''اِذا کان اللہ ولم یکن معہٗ شیء غیرہ''(جب اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز
غیر نہ تھی)وحدت مقید من حیث الصفات یہ ہے کہ ایک ذات ایسی صفات کے ساتھ منفرد
ہو کہ کوئی ان صفات میں اس کا شریک نہ ہو جیسے باری تعالیٰ کی وحدت صفت قدیم اور صفت
تخلیق کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وحدت مطلق سے غیر کے وجود کا معدوم ہونا ضروری ہے اور
وحدت مقید سے وجود مثل کا معدوم ہونا ضروری ہے۔

توحید کے معانی:

اب جان لیں کہ باری تعالیٰ کی توحید کا، جس مفہوم میں اس کی وحدت از روئے
صفات کا اثبات ہے شروع میں اس کا اطلاق چند معنوں پر کیا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ وہ سبحانہٗ تعالیٰ واحد ہے، اس اعتبار سے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا
عبادت کے لائق نہیں ہے، اس توحید کا غیر اللہ کی پرستش کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اشیاء اور کائنات کو پیدا کرنے
والا اس کے سوا کوئی نہیں ہے، اس توحید کو ثنویہ، افلاکیہ اور طابعیہ (طبیعت پر عقیدہ رکھنے
والے) تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) تیسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ وہ شکل وشباہت سے مبرا ہے،
اس توحید کا مشبہ انکار کرتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ قدیم ہے اس کے سوا کوئی قدیم
نہیں ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے حادث ہے، اس توحید کو دہریہ فرقے کے لوگ نہیں مانتے۔

(۵) پانچویں یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کی ذات میں ترکیب نہیں
ہے، چونکہ ترکیب جسم رکھنے والے اشیاء میں ہوتی ہے اور وہ سبحانہٗ تعالیٰ جسم سے پاک ہے،

اس توحید کا فرقہ مجسمہ انکار کرتے ہیں۔

باری تعالیٰ کی توحید اس مفہوم میں یہ اس کی وحدت کا از روئے ذات وصفات
اثبات ہے، اس کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے، ایک مجازی اور دوسرے حقیقی۔ مجازی
معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے وجود میں اشیاء کا وجود مثل لا وجود
کے ہے، کیوں کہ دو عدموں کے درمیان اشیاء کا وجود، دو خون کے درمیان طہر کی مانند
ہے(کالطھر المتخلل بین الدمین) حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس
اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، سب وہی ہے، اس توحید کے زیادہ
تر عوام اور بعض علما منکر ہیں۔

اے عزیز توحید حقیقی گمان کردہ تاویل کے بغیر حلول واتحاد کے چشمے کے بغیر تشبیہ،
شبہ وتمثیل کی ملاوٹ کے بغیر اور دوئی کے گمان بلکہ وہم کے بغیر توحید ہے، مقربوں کو حضرت
ذوالجلال والجمال کی قربت اسی توحید سے نصیب ہوتی ہے اور یہ ارباب تصوف کی پسندیدہ
توحید ہے۔

نص قرآنی کی تشریح:

اب ذیل میں وجود واحد کے اثبات کے تعلق سے حضرت مخدوم سید اشرف
جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے جن نصوص قرآنیہ کو بطور استشہاد پیش فرمایا ہے ان میں سے
صرف پہلی آیت کریمہ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی تشریح ملاحظہ کریں، آپ نے اس آیت
کریمہ کی کس قدر جامع توضیح فرمائی ہے اس کا نظارہ کریں اور علم کلام، علم اصول فقہ اور علم
زبان وادب ان تینوں زبانوں میں آپ کی مہارت تامہ کے جلوے دیکھیں، چناں چہ آپ
فرماتے ہیں۔

ان مقدمات کو سمجھ لینے کے بعد ذہن کو مقصود کی جانب متوجہ رکھیں اور آیات
قرآنی کو غور سے سنیں ؎

بیت

گر بخواہی شواہد توحید　　گوش کن سوئے بندہ از تمجید

ترجمہ: اگر تو توحید کے شواہد جاننا چاہتا ہے تو تعظیم سے بندے کی جانب توجہ کر۔

پہلی آیت: کتاب کریم اور قرآن عظیم کی آیات میں سب سے پہلی آیت جو باری تعالیٰ کی وحدت وتقدس پر دلیل قاطع ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے)۔

اس آیت کی تشریح تین طریقوں پر ہوتی ہے، ایک عربی زبان کے طرز بیان کے مطابق، دوسرا اصول فقہ کے قاعدے کے مطابق، تیسرے علم کلام کے قانون کے مطابق۔

اسلوب زبان:

''اللہ'' مبتدا اور مسند الیہ ہے۔ ''احد'' مبتدا کی خبر ہے اور مسند بہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان وحدت باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہے، اللہ اسم علم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفات پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ صفات میں معانی ہیں اور علم میں معانی منظور نہیں ہوتے اور یہ اس لیے ہے کہ علَم اور صفت میں تضاد اور اختلاف ہے جیسا کہ علمِ نحو میں بتایا گیا ہے۔

''احد'' اسم صفت ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے، بہ اعتبار معنی اس میں وحدت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے قید وحدت مطلقہ ہے اور وہ اسناد جو خبر اور مبتدا کے درمیان ہے وہ اس کی خبر ہے۔ عدم کے مجاز کا قرینہ حقیقتِ عقلی ہے، چناں چہ ان مقدمات کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اللّٰهُ اَحَدٌ'' کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ ازروئے ذات واحد ہے بے قید کسی صفت کے، لہٰذا وحدت ازروئے ذات وہی ہے کہ کوئی ذات اس کے ساتھ نہ ہو، کیوں کہ جب دو ذاتیں جمع ہوں تو ان میں سے کسی ایک ذات کی وحدت بے قید صفت محال ہے۔ فافهم.

اس تشریح سے ان دو آیتوں کا فرق بھی نمایاں ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' (کہ بس تمہارا معبود الہ واحد ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کے مطابق وحدت مفہومہ وہی وحدت مطلقہ ہے جس کی نسبت اسم ذات کی جانب کی گئی ہے اور جس سے دو

ذاتوں کی نفی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کیوں کہ غیر کے وجود کا انعدام ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ ''اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مقید ہے جس کی نسبت اسم الہ کی جانب کی گئی ہے اور دو معبودوں کی نفی کا فائدہ دیتی ہے، یہ وجود مثل کے انعدام کو لازم کرتی ہے۔

قاعدۂ اصول فقہ:

دوسری توجیہ اصولِ فقہ کے قاعدے سے ہے وہ یہ ہے کہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' آیات محکمات سے ہے جیسا کہ ائمۂ تفسیر اور علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور قاعدۂ اصول کے مطابق محکم آیت وہ ہوتی ہے جس کی تخصیص و تاویل نہیں ہوسکتی، نہ اسے تبدیل ومنسوخ کیا جاسکتا ہے، اگر آیت ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کو ایسی وحدت پر محمول کیا جائے جس کے معنی میں وجودِ غیر کا انعدام واجب نہ ہو تو آیتِ محکم کی تاویل بلکہ تبدیل و تنسیخ لازم آتی ہے۔

تاویل کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' ظاہر کتاب سے ہے اور ظاہر وہ ہے کہ اس سے نفسِ صیغہ کے ساتھ مراد ظاہر ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وحدت جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' سے مفہوم ہوتی ہے، نفس صیغہ کے ساتھ وحدت ہے جس میں وجودِ غیر کا انعدام ہے، جیسا کہ ہم نے سابقہ توجیہ میں جو عربی زبان کے اسلوب سے متعلق ہے بیان کیا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اللّٰهُ اَحَدٌ'' سے جو نفسِ صیغہ کے ساتھ ہے یہ وحدت مفہوم ہوگی، لامحالہ دوسری وحدت لفظ ظاہر کے محتملات پر مبنی ہوگی ''وصرف اللفظ الظاهر الى بعض محتملاته تاويلا كما عرف (اور لفظ ظاہر کی اس کے بعض محتملات کی طرف گردان کرنا تاویل ہے جیسا کہ معلوم ہے)۔ نسخ کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، آیت ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' سے متعلق مطلق آیت قرآنی ہے اور تمام آیات جو باری تعالیٰ وتقدس کی وحدت پر دلیل ہیں وہ معنی وحدت کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے مقید آیات ہیں، کیوں کہ وہ وحدت جو ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' سے مفہوم ہوتی ہے وہ وجودِ غیر

کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے اس میں اور کوئی شک نہیں کہ یہ وحدت مطلق ہے کیوں کہ اس وحدت میں دوئی کی نفی کل وجوہ سے ہے نہ کہ بعض وجوہ سے، لہٰذا اگر آیت ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' کو جو مطلق آیت قرآنی ہے، ان تمام آیات وحدت پر جو مقید ہیں محمول کیا جائے، تو لامحالہ مطلق آیت مقید ہو جاتی ہے اور مطلق کو مقید کرنا اسے منسوخ وتبدیل کرنا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

مذہب یہ ہے کہ مطلق کا حکم اس کے اطلاق پر اور مقید کا حکم اس کے تقیید پر ہوتا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں)اور'' اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ '' اور دیگر آیات دالہ باری تعالی کی وحدت پر اس معنی میں محکم ہیں کہ ان سے وجودِ مثل کا انعدام لازم آتا ہے، بے شبہ وجودِ غیر کے انعدام میں وجودِ مثل کا انعدام بھی شامل ہے، اس کے برعکس وجودِ مثل کے انعدام سے وجودِ غیر کا انعدام لازم نہیں آتا۔

قانون علم کلام:

تیسری توجیہ علم کلام کے قانون کے مطابق یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، اگر ہم ذات باری تعالی کے وجود کے ساتھ وجودِ غیر کا اثبات کرتے ہیں تو ذات باری سبحانہ وتعالیٰ کا محدود ہونا لازم آتا ہے، اور یہ محال ہے۔ اگر اس گمراہ اعتقاد کو ماننے والا کوئی شخص یہ کہے کہ وجودِ غیر کے اثبات سے ذات کا محدود ہونا کیوں کر لازم آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمام متکلمین جو ملت کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ دو چیزوں کے درمیان مغائرت، ایک دوسرے سے امکانِ جدائی کے بغیر ناممکن ہے (الغیران هما اللذان یمکن انفکاك احدهما عن الآخر) کیوں کہ دو چیزیں اگر الگ الگ نہ ہوں تو ان میں مغائرت ہو ہی نہیں سکتی (بلکہ) میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر دو ذاتیں بے منتہا ہوں تو ان میں سے ایک پر جمع بین الضدین لازم آئے گا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً گرم پانی جس میں آگ پانی کی معیت میں ہے اور پانی آگ کی معیت میں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی حد ہے کیوں کہ

اگر محدود نہ ہوتے تو یہ لازم آتا کہ ایک دوسرے کے مکان میں ہوں اور یہ جمع بین الضدین ہوتا ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ دونوں ایک ہو گئے ہیں، یہ اتحاد بین الضدین ہے کیوں کہ دو چیزوں کا اتحاد عبارت ہے اس حقیقت سے کہ دونوں کے درمیان جو حد ہے وہ رفع ہو گئی اور جو رکاوٹ ہے وہ دور ہو گئی۔ بے شک اس صورت میں جدا کرنے والی حد اور رکاوٹ کرنے والا حجاب نہیں ہے لیکن ہر ایک ذات سے ملی ہوئی ایک انتہا موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ [1] (اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں (اور) دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے) غور کرو اور جانو (حضرت قدوۃ الکبری نے) اس مقام پر شیخ احمد بخاری کی شرح کا اعادہ فرمایا کہ (انہوں نے کہا ہے):

''ہم نے تسلیم کیا کہ جو وحدت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے مفہوم ہوتی ہے وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے، یہ اس کے حقیقی معنی ہیں، اس کا اثبات عربی زبان کے اسلوب، اصول فقہ اور علم کلام کے قانون کے مطابق ہوا لیکن حقیقت پر متعذر رہونے کے لیے آیت کا اجرا ناممکن ہے کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص آسمان وزمین اور محسوس ہونے والے اجسام کو دیکھتا ہے، خیر وشر کو جانتا ہے عقل میں آنے والے حقائق دریافت کرتا ہے، پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی وحدت کے قائل ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے وجودِ غیر کے انعدام کو لازم کرتی ہے تو اس صورت میں حس اور عقل کا انکار لازم آتا ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبری نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آیت قل ھواللہ احد آیات قاطعہ سے ہے کیوں کہ آیت محکمات سے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور فرق قاعدۂ فن کے سبب نصوص کا انکار کرنا اہل سنت وجماعت کے مذہب کے حس وعقل سے نہیں ہے بلکہ معتزلہ کا مسلک ہے جو فلاسفہ کے دامنوں سے اٹک کر ڈانوا ڈول ہو گیے ہیں اور عقل کو دلائل سمعی پر ترجیح دیتے ہیں، اسی بنا پر معتزلہ باوجود آیاتِ قاطعہ کے اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت محال ہے، اسی تقدیر پر خیر وشر سے

---

(۱)-سورہ رحمٰن:۱۹،۲۰

متعلق آیات قاطعہ اور صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری باتیں کہتے ہیں، ان کے تمام مسائل کمزور عقل، خراب فہم اور ناپسندیدہ عقائد پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اہل سنت وجماعت جو دین میں برگزیدہ تھے، ان کی روش عقل سلیم، فہم راست اور پسندیدہ عقائد کے مطابق رہی، انہوں نے واضح آیات اور محکمات کا انکار فرق قائدہ فن کی بنا پر جائز نہیں رکھا بلکہ انہوں نے ایسے عقیدے کو دین میں الحاد خیال کیا اور کہا کہ جو چیز نصِ قطعی اور آیات محکمات سے ثابت ہے اور ہماری عقل ان کا ادراک کرتی ہے ہم ان پر ایمان لانا واجب جانتے ہیں اور ان مشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا ادراک ہماری عقل نہیں کرتی، نومن به ولانشتغل بكيفيته ونفوض علمه الى الله تعالىٰ وهذا مذهب السلف والخلف ان ياوله بتاويل موفق للمحكم، یعنی ہم (متشابہ پر) ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کی بحث میں نہیں پڑتے، ہم اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، سلف وخلف کا یہی مذہب رہا ہے کہ ہم متشابہ کی تاویل محکم آیت کے موافق کریں، نیز انہوں نے رویت کے مسئلے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت ثابت ومعلوم ہے لیکن اس متشابہ کی کیفیت غیر معقول (ماورائے عقل) ہے، انہوں نے قضا وقدر کے مسئلے میں کہا ہے، خیر وشر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم وثابت ہے، امر ونہی کے ربط باہمی اور ثواب وعذاب نیز بندوں کے وجود میں آنے سے پیشتر ان کے افعال کے ساتھ خیر وشر کی تقدیر متشابہ ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلے میں کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی وحدت اور اس کا قدیم ہونا معلوم وثابت ہے، لیکن کلام واحد ازلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی کیفیت مختلف زبانوں میں وقت کے تقاضوں کے مطابق کیسی رہی ہے، متشابہ ہے اور ہماری عقل سے ماوریٰ ہے۔

اے عزیز! یہ چند تمہیدی مقدمات اور اصول جو ہم نے بیان کیے ہیں وہ اس لیے کہ وہ آیات قرآنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدتِ خالص پر دلیل قاطع ہیں تجھے معلوم ہو جائیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ کلام مجید کی آیاتِ محکمات سے وجودِ غیر کا معدوم ہونا ثابت ہے اور اس

کے انکار سے مذہب اہل سنت وجماعت سے نکل جانے کا خوف ہے، چناں چہ صاحب عقل شخص پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کے راستے سے قدم باہر نہ رکھے اور معتزلہ نیز اہل ہوس وبدعت کے فریبوں میں مبتلا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی وحدت پر جس طرح قرآن حکیم اور احادیث سے ثابت ہے اعتقاد رکھے اور وحدت کے وہ معانی جو اس کی سمجھ میں آئے ہیں اور جنہیں اس کی عقل قبول کرتی ہے ایمان لائے نیز وہ باتیں جو اس کی فہم وعقل میں نہیں آئی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور علم میں راسخ حضرات کے سپرد کر دے۔ (۱)

وحدت وجود کے مسئلہ میں شیخ اکبر اور علاء الدولہ سمنانی کے درمیان اختلاف کی تاویل:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے مسئلہ وحدت وجود کے بارے میں شیخ علاء الدولہ سمنانی اور شیخ اکبر کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کی عمدہ تاویل بھی پیش کی ہے اور شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر تبصرہ بھی کیا ہے، ذیل میں اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں، چناں چہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر پر ان کا (شیخ علاء الدولہ) اعتراض بڑے تعجب کی بات ہے حالاں کہ وہ شیخ اکبر کی بزرگی کے معترف تھے جیسا کہ ''فتوحات'' کے حواشی میں انہوں نے بعض مقامات پر شیخ اکبر کو ان لفظوں سے مخاطب کیا ہے ''اے صدیق'' ''اے مقرب'' اور ''اے عارف حقانی'' اور یہ حواشی ابھی تک موجود ہیں چوں کہ میں نے دونوں بزرگوں (شیخ علاء الدولہ اور شیخ عبدالرزاق کاشی) کی گفتگو میں ادب کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہم کسی ایک کو رد نہیں کریں گے بلکہ دونوں بزرگوں کے کلام کی تاویل کریں گے، اگر میں ایسا نہ کروں تو دونوں کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی ہے اس کی عظمت باقی نہ رہے گی اور ان کے دل کو ٹھیس پہونچے گی۔

جاننا چاہئے کہ حقیقت توحید میں دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، شیخ رکن الدین علاء الدولہ کا شیخ عبدالرزاق پر اعتراض اس بنا پر ہے کہ وہ شیخ اکبر کے کلام کو

(۱)-لطائف اشرفی اردو حصہ دوم: صفحہ ۱۳۵-۱۳۸: مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

اس کی مراد کے مطابق نہیں سمجھ سکے، اس لئے کہ وجود کے تین اعتبار ہیں، ایک اعتبار ''بشرطِ شیٔ'' ہے جو وجود مقید ہے، دوسرا ''لابشرط شیٔ'' کہ وجود عام ہے اور تیسرا ''بشرط لاشیٔ'' ہے جو وجود مطلق ہے، شیخ اکبر قدس سرہٗ نے جو حق سبحنہٗ تعالیٰ کی ذات کو وجود مطلق کہا ہے وہ تیسرے اعتبار کے معنی میں ہے، جبکہ شیخ رکن علاء الدولہ وجود عام کے معنوں میں محمول کرتے ہیں اور نفی وانکار میں بہت مبالغہ کیا ہے، حالانکہ انھوں نے خود ''وجود ذات کے اطلاق'' کی جانب اشارہ کیا ہے، چنانچہ بعض رسائل میں تحریر کیا ہے الحمد للہ علی الایمان بوجوب وجودہ ونزاھتہ عن ان یکون مقیدامحدودا اومقیداالایکون لہ بلامقیدات وجود یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے وجود کے وجوب میں ایمان پر اور مقید ومحدود ہونے سے اس کی نزاہت میں ایمان پر، جو کچھ اس کی ذات سے قائم ہے وہ وجود مقید کے سوا کچھ نہیں۔

جب مقید محدود نہ ہو اور مطلق بھی نہ ہو کہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہے تو ناچار اسے مطلق کہیں گے ''لابشرط شیٔ'' جو کسی طرح قید عموم سے مشروط نہیں ہے اور قیود وتعینات اس کے ظہور کی شرط ہے تو یہ شرط مراتب میں ہے نہ کہ یہ شرط اللہ تعالیٰ کے وجود کے لئے فی حد ذاتہ ہوگی۔ (۱)

(۱)-لطائف اشرفی حصہ دوم اردو: صفحہ ۱۶۴: مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

توحید

اور اس کے مختلف روحانی مراتب

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے لطائف اشرفی میں اسلام کے بنیادی عقیدہ ''توحید'' کے حوالے سے بہت ہی دلچسپ اور مفید گفتگو کی ہے اور اسلام کے سب سے پہلے ستون یعنی توحید پر ایمان رکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں حقیقی صوفی نقطہ نظر کو واضح فرمایا ہے، جو بیان واظہار توحید وتفرید کے ہر نوع کو شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق ووجدان اور ارباب شوق وعرفان کا مقصود ومراد اس میں موجود اور داخل ہے، ملفوظات کے بالکل ہی شروع میں آپ نے توحید کی حیرت انگیز طور پر ایک جامع اور شاندار تعریف کی ہے، فرماتے ہیں:

توحید کی تعریف:

قَالَ الاَشرَف :التَّوحِید فَناَ ءُ العاشِق فِي صِفاَتِ المَحبُوب .

ترجمہ: حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں۔

توحید کے مراتب:

عقیدۂ توحید کو ایک ہمہ گیر جامع اور وسیع المفہوم، روحانی، اسلامی اصطلاح کے طور پر پیش کرتے ہوئے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ توحید کے درجات کو بیان کیا ہے، آپ نے اس کے متعدد زمرے شمار کئے ہیں، جن میں سے اہم ترین یہ ہیں:

(۱) توحید ایمانی (۲) توحید علمی (۳) توحید رسمی (۴) توحید حالی۔

آپ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ توحید کے مذکورہ مراتب کی ایسے انداز میں تشریح کی ہے جس میں معانی کا ایک آفاقی، روحانی جہاں پنہاں ہے، مختصر طور پر ان مراتب کے معانی کے اہم اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں۔

توحید ایمانی:

پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن وحدیث کے اشارات ودلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرک جلی سے بچنے اور سلسلہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے اور صوفی لوگ ضروریاتِ دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں، ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے ”علیکم بدین العجائز“ (یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)۔

توحید علمی کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

توحید علمی: توحید علمی باطن سے حاصل ہوتی ہے، یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور اس سے حاصل ہوتا ہے، اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتدائے طریق تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جلّ علاکے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ ذوات وصفات وافعال اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نور ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالیٰ کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے، بس جہاں کہیں قدرت علم، ارادہ، سمع وبصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالیٰ کے سمع وبصر، علم وارادت وقدرت کا اثر سمجھے، اس طرح تمام دوسری صفات وافعال پر قیاس کرنا چاہئے۔

توحید رسمی:

تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے ایک فرد فطین وذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث ومباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

توحید کے مندرجہ بالا درجات کی وضاحت کرنے کے بعد سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ توحید کے ایک اور درجہ ”توحید حالی“ کی تشریح کرتے ہیں، جسے توحید کا چوتھا درجہ قرار دیتے ہیں.

توحید حالی:

چوتھا مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موحد کا وصف لازم ہوجائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نورِ توحید کی چمک میں جو یندا اور گمشدہ ہوجائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہوجائے، جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہوجاتی ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اس مرتبہ میں موحد کا وجود، واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا غرقِ دریائے یگانگت ہوجاتا ہے کہ واحد کی ذات وصفات کے سوا اُس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا، یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اس کی ہستی قطرہ کی طرح بحرِ توحید کے امواج کے تلاطم میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔

یہاں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ ایک انتہائی خوبصورت اور اہم بات ارشاد فرماتے ہیں:

”التوحید بحر والموحد فیه قطرة لم یبق منه اثر“، یعنی توحید ایک سمندر ہے اور اس میں موحد صرف پانی کے ایک قطرے کے مانند ہے، جس کا اپنا خود کا کوئی وجود یا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہوتا، اس سلسلے میں سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز صوفی بزرگ شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہٗ کا قول بھی پیش فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: التوحید غریم لا یقدی دینه وغریب لایودی حقه" توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہوسکتا اور ایک غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔"

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"توحید حالی میں خواص کے لئے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یک بارگی تمام آثار ورسوم فنا ہوجاتے ہیں، لیکن ایسا چند لمحات کے لئے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم، اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کر آتے ہیں اور اس حال میں وہ شرک کی مکمل نفی کر دیتا ہے"۔

وہ فرماتے ہیں کہ "توحید حالی میں موحد کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

توحید کے سلسلے میں حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اقتباس بہت ہی اہم اور قابل دید ہے، جو دراصل توحید کے مذکورہ تمام مراتب کی تفصیل کا اجمال ہے:

"حضرت قدوۃ الکبریٰ (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ توحید حالی کا منشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نورِ مراقبہ ہے۔ توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہوجاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسومِ بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحید حالی میں اکثر رسومِ بشریت فنا ہوجاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں، تو کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب وصدور ہوسکے (افعال انسانی سرزد ہوسکیں) اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہوسکے، یہی سبب ہے کہ انسانی حیات میں حقِ توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہئے، ادا نہیں ہوتا۔"(۱)

(۱)-ملخصا لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۳۵ تا ۳۹، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

توحید الٰہی:

توحید الٰہی کے بارے میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کا ارشاد:

توحید الٰہی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے، کان اللہ ولم یکن معه شیئ (اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شی موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انمٹ یکتائی سے متصف ہے "الأن کما کان" (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا "کل شی هالك الا وجهه" (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات کے) یہاں لفظ هالِكٌ ہے لفظ یھلکُ نہیں ہے، تاکہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج مٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان ومکان کی تنگی سے رہائی پاچکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب سے پاک ہے اور مخلوقات کی توحید ان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے۔ ملخصاً(۱)

رویت باری تعالیٰ کی تحقیق

رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ سلف صالحین اور ارباب بصیرت کے درمیان ایک اہم مسئلہ ہے کہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے یا نہیں؟ عام مومنین ومومنات اور اللہ کے مخصوص بندوں کے لئے اس سلسلے میں کیا فرق ہے؟ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائی اور رویت کے متعدد انواع واقسام بیان کر کے شریعت وطریقت اور علما وصوفیا ہر ایک کا موقف مکمل شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا، ذیل میں اس کی پوری تفصیل ملاحظہ کریں:

غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

بعض مشائخ اور ارباب تصوف نے مشاہدہ وصول رویت اور یقین کو الفاظ

(۱)-لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۵۰، مترجم پروفیسر لطیف اللہ

مترادف خیال کیا ہے، لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق اس جہان فانی سے ہے اور رویت دار آخرت موعود ہے، یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہوسکتا ہے اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گروہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کرسکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدے سے لیکن علماء اہل سنت و جماعت اور ارباب دین و دیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اس کو مبتدع کہتے ہیں، یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے، صوفیا کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرات صوفیا اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین و مومنات کے لئے نص قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے، اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے، بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (ارباب طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے، جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں، یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حالت مراقبہ ہوتا ہے۔

دیدن روئی ترا دیدۂ جان بین باید
واین کجا مرتبہ چشم جہان بین من است (خواجہ حافظ)

ترجمہ: تیرے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے، میری اس چشم جہاں بین کو سلیقہ کب ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے من رأنی فی المنام فقد را الحق جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

''رَاَیتُ ربِّی فِی المَنَامِ عَلیٰ اَحسَنِ صوُرَتِہٖ''

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا اسی کا نام مشاہدہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اسی سے ستر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا، لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا، پس میں نے باقی کو چھپالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا ''رَبِّ اَرِنِی اَنظُرُ اِلَیکَ'' اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تجھے دیکھوں، اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن ومحال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے، اس لئے کہ محال طلبی انبیا علیہم السلام کے لئے معصیت ہے، اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا ظاہری آنکھ سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔ (ملخصاً) (۱)

رویت کے اقسام وانواع:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث شریف میں ''سَیَرُونَ رَبَّکُم یومَ القِیامَۃِ کَمَا تَرَون القَمَرَ فِی لَیلَۃِ البَدرِ'' نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو، عارف کے لئے ایک انکشاف کامل ہے جس میں معارف غریبا پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقین ۲۔مشاہدہ ۳۔عیانی۔

رویت یقین: یعنی رویت یقینی یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے، یہ قسم عوام ہے

مشاہدہ: اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے، وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں، لیکن چشم دل کے ساتھ، کانہ یراك گویا وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۲۷۴، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

رویت عیانی: رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے، چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔ (ملخصاً)(۱)

مومنوں کی رویت:

مومنوں کی رویت کس طرح ہوگی اس سلسلے میں سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے اصحاب سنت وجماعت اور ارباب دین ودیانت کی رائے اس سلسلے میں مشہور ہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس سلسلے میں آئی ہے۔

واذا نظرو الی الجمال طابوا واذا نظرو الی جلالہ زابوا

ترجمہ: اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شاد ماں ہونگے اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے، یعنی جو مومنین بہشت میں پہونچیں گے اور بہشت کو حور وغلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہوجائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد وحساب طرب حاصل ہوگی، اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہوگا۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا! کہ گداز سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے؟ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ گداز حقیقی نہیں ہے کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے، بلکہ گداز سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گے تو ان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جو انھوں نے جنت میں دیکھی ہوگی اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی اور وہ یہ خیال نہ کرسکیں گے کہ وہ چیز انھوں نے دیکھی ہے یا نہیں۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حال دیدار میں ہوں گے تو وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، حوروں سے

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۳۷۴، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محظوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب معدن المعانی میں اس طرح دیا گیا ہے کہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں، کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے، یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہوجانا ہے۔(۱)

بعد نماز ذکر جہری کا اثبات

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے سامنے یہ مسئلہ آیا کہ بعض لوگ بعد نماز ذکر جہری کو ناجائز کہتے ہیں اور عدم جواز پر کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں، اس سلسلے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ آپ نے اس خیال کو باطل قرار دیا اور بعد نماز ذکر جہری کے استحباب کے سلسلے میں کتاب وسنت سے بہت سارے دلائل وشواہد پیش کئے اور اس تعلق سے باضابطہ ایک رسالہ تحریر فرمایا جو لطائف اشرفی کے آخر میں نصیحت نامہ کے نام سے موجود ہے اور بعد میں یہی رسائل حجۃ الذاکرین کے نام سے الگ سے بھی شائع ہوا، اس پورے مسئلہ کی وضاحت ذیل میں ملاحظہ کریں، چناں چہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

بعض لوگ استخراج مسئلہ میں خطا کرتے ہیں اور معصیت کو نیکی سمجھ لیتے ہیں، قرآنی آیات کے معنی کو سمجھے بغیر اور کلام ربانی میں غور وفکر کیے بغیر بے سوچے سمجھے طالبان حق کو فرض نماز کے بعد ذکر کرنے سے روکتے ہیں، غیر مستند روایات اور غیر مقبول وغیر معتبر باتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ آیات قطعیہ کے اشاروں اور احادیث صحیحہ سے بالکل غافل ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے اعتقاد کو سدھارنے اور ان کو غیر مستند روایات اور نامقبول اقوال کو دلیل بنانے سے روکنے کی غرض سے ہم نے یہ ''نصیحت نامہ'' تحریر کیا ہے، تاکہ جس کے مقدر میں ابدی سعادت ہے وہ نصیحت کے ان قیمتی اور پاکیزہ جواہر وموتی کو اپنے کانوں سے لگائے اور لایعنی باتوں کو سننے سے پرہیز کرے۔

پندِ عادل ملک بکن در گوش تا بیابی سعادتِ ابدی

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۴۸۲، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

ترجمہ: عادل بادشاہ کی نصیحت کوغور سے سن تاکہ تجھے دائمی سعادت نصیب ہو،
لیکن جوان نصیحت کی باتوں کوسن کرتکبر وتعلی سے سرابھارے اورنصیحت کے ان موتیوں کوکان میں نہ ڈالے تو میں کیا کروں؟ (وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝)[1]

ترجمہ: جب اس سے وہ ہدایت نہیں پائیں گے تو کہیں گے یہ تو پرانا بہتان اور جھوٹ ہے۔ بیت

وَمَن یّکُ ذَافَــــمٍ مَرِیضٍ یجِد مُرّاً بِهِ الماءَ الزُلالا

ترجمہ: جوشخص بیمار ہوتا ہے وہ میٹھے پانی کوکڑوا محسوس کرتا ہے۔

اللہ ہی درستگی کی توفیق دینے والا اور سیدھا راستہ دکھانے والا ہے، رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

(فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ)[2]

ترجمہ: پھر جب نماز تم پوری کرچکو تو ذکر کرو اللہ کا کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ لیے۔[3]

(قال الاشرف): مخدوم اشرف قدس سرہ نے فرمایا ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز ادا کرلو تو اللہ کا ذکر کرو۔

فَاذکُرُوا: لفظ خاص ہے، جومخصوص معنیٰ کے لیے موضوع ہوا ہے، یعنی طَلَبُ الفِعلِ بِالمَصدَرِ اَی طَلَبُ الذِکرِ وَتحصِیلُهٗ: یعنی ذکر کی طلب، لہٰذا فاذکُرُوا سے مقصود ذکر کی طلب ہے، تومعلوم ہوا کہ ہرنماز کے بعد ذکر کرنے کا حکم ہے۔ یا تو یہ حکم استحبابی ہوگا یا وجوبی، جیسا کہ آگے اس کی بحث آئے گی۔

علم نحو کی عام کتابوں میں یہ خاص بحث مذکور ہے کہ تمام اصحابِ لغت کا اتفاق ہے کہ فا تعقیب مع الوصل کے لئے آتی ہے، لہٰذا آیت کا معنیٰ یہ ہوا ''نماز سے فارغ ہوتے ہی ذکر کرو''۔ خواہ بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر یا لیٹ کر (جیسے چاہو)

---

(۱)- پ ۲۶ سورہ احقاف آیت: ۱۱، ع: ۱
(۲)- پ ۵ سورہ نساء آیت ۱۰۳
(۳)- معارف القرآن: ترجمۂ محدث اعظم ہند

امام زاہد اس آیت کے معنیٰ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو جس طرح بھی توفیق ہو اللہ تعالیٰ کو تسبیح، تہلیل اور تکبیر کے ساتھ یاد کرو۔ ''صراح'' میں ہے تہلیل کا معنیٰ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلاّ اللّٰهُ مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰه کہنا ''قاموس'' میں بھی یہی ہے۔ سابقہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام زاہد نے دوسری جگہ یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الذكر بعد القرآن لااله الاّ الله محمد رسول الله.[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے بعد سب سے افضل ذکر لااله الله محمد رسول الله ہے۔

''تفسیر مغنی'' میں ہے کہ اس آیت کا معنیٰ ہے: الذکر باللسان والدعاء بنصرة.[2] زبان سے ذکر کرنا اور خدا سے نصرت واعانت کی دعا کرنا۔

وَقالَ بَعضُهُم اِذاَ فَرَغتُم مِن الصَّلاةِ فَاذكُرُو اللّٰهَ بِالقَلبِ وَالِلّسَانِ عَلٰی اَیِّ حالَ کُنتُم قِیاماًوَّ قُعوداًوَعَلٰی جُنوُبِکُم

ترجمہ: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو اللہ کا ذکر کرو دل سے اور زبان سے، کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، جیسے چاہو۔

خاص طور سے نماز کی ادائیگی کے بعد بطور شکر اللہ کا ذکر کرنا چاہئے کہ اس نے فرائض وسنن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی، کیونکہ فرائض وسنن کی ادائیگی کی توفیق ایک عظیم نعمت ہے اور ہرنعمت پر شکر واجب ہے، جیسا کہ پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔، لہٰذا نمازی پر ضروری ہے کہ اس نعمت کے شکرانے کے طور پر اللہ کا ذکر کرے۔

سَیاَتِی فِی شَرحِ النَّوَادِرِ البُرهَانِی فِی بَابَ الاَذکَارِ عَن عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ یَقوُلُ الکَلِمَةُ بَعدَ اَداءِ الصَّلاةِ مُتَّصِلا مَرَّةً یَغفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰی ذُنوُبَهُ

---

(۱)- سنن ابن ماجہ کتاب الآداب صفحہ ۲۶۹
(۲)- المغنی جلد اول، صفحہ ۵۵۹

وَمَرَّةً ثَانِيَةً اَعطَاهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ ثَوَابَ الاَنبِيَاءِ ومرَّةً ثَالِثَةً اَعطَاهُ اللّٰهُ ثَوَابَ المَلٰئِكَةِ وَفِي ''شرحِ شَامِلٍ'' كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ مَعَ اَصحابِهِ بَعدَ اَدَاءِ الصَّلوٰةِ.

ترجمہ: عنقریب وہ روایت بھی آرہی ہے جو ''شرح نوادر برہانی'' باب اذکار میں مذکور ہے کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ: جو شخص نماز ادا کرنے کے بعد فوراً کلمہ طیبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ جو دو بار پڑھے گا اس کو انبیاء کا ثواب عطا کرے گا اور جو تین بار پڑھے گا اس کو فرشتوں کا ثواب عطا کرے گا۔

''شرح شامل'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا کرتے تھے۔

فِي شَرحِ الكَرخِي سُئِلَ اَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ عَنِ الَّذِينَ يَمنَعُونَ الكَلِمَةَ بَعدَ اَدَاءِ الصَّلاَةِ فَقَالَ اِنَّهُم الرَّوَافِضُ لِاَنَّ فِي هٰذَا التَّركِ خِلاَفَ السُّنَّةِ بَل اَنَّ رَسُولَ الله عَلَيهِ السَّلامَ قَد كَانَ يَجهَر مَعَ الصَّحابَةِ اَلكَلِمَةَ الطَّيِّبَةَ بَعدَ اَدَاءِ الصَّلوٰةِ مُتَّصِلاً اَمَّا بَعدَ الدُعَاءِ فَهُوَ ضَعِيفٌ

ترجمہ: شرح کرخی میں ہے کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے بعد کلمہ طیبہ کا ورد کرنے سے منع کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ روافض ہیں، منع سے حضور ﷺ کی مخالفت لازم آتی ہے، اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کے ساتھ نماز کے بعد فوراً کلمہ طیبہ کا ورد کرتے تھے، لیکن دعا کے بعد والی روایت ضعیف ہے۔

''رسالہ مکیہ'' میں ہے کہ طالبان صادق پر اللہ کا ذکر فرض ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ''(۱)

قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ اِنَّ الذِّكرَ فِي اللَّيلِ وَالنَّهارِ فِي البَرِّ وِالبَحرِ وَالسَّفَرِ وَالحَضَرِ وَالغِناَ وَالفَقرِ وَالمَرَضِ وَالصِّحَّةِ وَالسِّرِ

(۱)- پ ۵ سورہ نساء آیت: ۱۰۳، ع: ۱۲

وَالعَلاَنِيَةِ قُلتُ: اَلمُرادُ الذِّكرُ بِاللِّسَانِ وَالقَلبِ بَعدَ الفَرَاغِ مِنَ الفَرائِضِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ رات و دن میں، خشک و تر اور سفر و حضر میں، فراخی و تنگ دستی میں، صحت و مرض میں آہستہ اور زور سے ہر طرح اللہ کا ذکر کرنا مراد ہے،

میں (اشرف) کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ زبان اور دل سے ذکر کرنا فرض ہے۔

قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عِنهُمَا اَيضاً لَم يَفرُضِ اللّٰهُ تَعاَلیٰ عَلیٰ عِباده فَرِيضَةً اِلاَّ جَعَلَ لَهَا حَدًّا مَّعلُوماً يَنتَهِي اِلَيهِ وَلَم يَعذِر اَحَداً فِي تَركِهِ اِلّاَمَن كَانَ مَغلُوباً فِي عَقلِه وَلوَ عَذَرَ آحَداً فِي تَرَكِ الذِّكرِ لَعَذَرَ زَكَرِيَّا عَلَيهِ السَّلاَم.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فریضہ فرض نہیں فرمایا، مگر یہ کہ اُس کے لئے کوئی حد مقرر فرمادی کہ اُس حد کو پہنچ کر بندہ اس کی ادائیگی سے معذور رکھا جاتا ہے سوائے ذکر کے، کہ ذکر ایسا فریضہ ہے جس کے لئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں جہاں بندے کو ذکر چھوڑنے پر معذور رکھا جائے، ہاں کوئی مغلوب العقل ہو تو اور بات ہے، اگر ذکر چھوڑنے پر کسی کو معذور رکھا جاتا تو حضرت زکریا علیہ السلام کو ضرور معذور رکھا جاتا، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾''(۱)

اے زکریا! تم کو اولاد ملنے کی نشانی یہ ہوگی کہ تم لوگوں سے تین دنوں تک بات نہ کرو مگر اشارے سے اور اپنے رب کا خوب ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو:

كَذٰلِكَ لَو عَذَرَ اَحداً فِي تَركِ الذِّكرِ لَعَذَرَ الغُزَّاة.

ترجمہ: اسی طرح ترک ذکر پر کسی کو معذور رکھا جاتا تو غازیوں کو غزوہ کی حالت میں ضرور معذور رکھا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱)- پ: ۳، سورہ آل عمران، آیت: ۴۱

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ(۴۵)"(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! دشمنوں سے تمہارا مقابلہ ہوتو جمے رہو اور اللہ کو خوب یاد کروتا کہ تمہیں کامیابی ملے۔ وَاَیضاً جَمِیعُ الطّاعاتِ تَزُولُ یومَ القِیٰمَۃِ لِاِرتِفَاعِ التّکالیفِ اَمّا طاعَۃُ الذِّکرِ فَلاَ تَزُولُ مِنھُم

ترجمہ: قیامت کے دن ساری طاعتیں ختم ہوجائیں گی، کیونکہ وہاں تکلیف (احکام کی بجا آوری کی ذمہ داری) نہیں ہوگی، لیکن ذکر ایک ایسی طاعت ہے جس کا سلسلہ وہاں بھی ختم نہیں ہوگا۔

اے عزیز! دین کے معاملے میں اسلاف کی پیروی ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَصحابِی کالنُّجُومِ فَبِاَیِّھِم اِقتَدَیتُم اِھتَدَیتُم۔(۲)

وَقالَ عَلَیہِ السّلام: عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبِیاَءِ بَنِی اِسرَائیل۔(۳)

ترجمہ: میرے صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان کی پیروی کروگے توہدایت پاؤ گے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں۔

اے عزیز! پیرانِ شب زندہ دار اور خواجگانِ چشت قدس اللہ ارواحہم میں سے جس سے بھی تم عقیدت رکھتے ہو اس کے عمل کو دیکھو اور دوسرے بزرگوں کو بھی دیکھو کیا انھوں نے کبھی بعد نماز ذکر کو ترک کیا ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عمل کی بھی تحقیق کرو۔

اے عزیز! اگر نماز کے بعد ذکر کے ناجائز ہونے پر کوئی مستند روایت، نص قطعی

(۱)-پ:۱۰، سورہ انفال، آیت: ۴۵، ع:۱
(۲)-مشکوٰۃ شریف باب مناقب الصحابہ صفحہ: ۵۵۴
(۳)-صحیح بخاری، کتاب العلم

یا صحیح حدیث ہو تو اسے لے آؤ! ہم بھی تو مسلمان ہیں، بسر و چشم قبول کریں گے۔ (اَللّٰھمَّ اجعَلناَ مِنَ الَّذِینَ یَستَمِعُونَ القَولَ فَیَتَّبِعُونَ اَحسَنَہُ) ترجمہ: اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اچھی باتوں کو سن کر انھیں اختیار کر لیتے ہیں اور اگر کوئی مستند روایت نہیں ہے تو اس قسم کی کمزور اور بودی (کمزور) دلیلوں اور غیر معتبر روایتوں کی بنیاد پر مغرور نہ ہو اور خلق خدا کو گمراہ مت کرو، اتنا وقت ذکر خدا میں صرف کرو۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جسے فقہی احکام کے استخراج میں ہمارے محل استدلال واستنباط معلوم نہ ہو اسے جائز نہیں کہ فتویٰ دے کر اپنے اقوال کو ہماری جانب منسوب کرے، واللہ اعلم بالصواب۔ ملخصاً(۱)

☆☆☆

(۱)-حجۃ الذاکرین، صفحہ ۱۰، مترجم مفتی رضاء الحق اشرفی، مطبوعہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ شریف، سن اشاعت ۲۰۱۹

شعرائے متقدمین کے

مشکل اشعار کی توضیح

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نظم اور نثر پر یکساں قدرت رکھتے تھے،نثر میں آپ کی انشا پردازی کے نہایت عمدہ نمونے ملتے ہیں،آپ ایک وفور گو ،باذوق اور صاحب دیوان شاعر تھے،آپ کا دیوان تونہیں ملتا لیکن آپ کے سینکڑوں اشعار لطائف اشرفی اور دوسری تصانیف میں موجود ہیں،آپ کا کوئی مکتوب نظم سے خالی نہیں ہوتا تھا،لطائف اشرفی اور مکتوبات اشرفی کے اشعار کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کے دیوان کا پتہ لگ جائے تو اس سے فارسی شعر وادب میں ایک گراں قدر اضافہ تصور کیا جائے گا۔

آپ کے بعض خطوط اور لطائف اشرفی کا ایک باب کچھ شعراء کے پیچیدہ اشعار کی تشریح وتوضیح پر صرف ہوئے ہیں، آپ نے ان مشکل اشعار کی اس طرح حکایات وواقعات اور مثالوں کے ذریعہ شاندار وضاحت کی ہے،جس کو دیکھنے کے بعد عقل حیران ہوجاتی ہے اور میدان شعر وادب میں آپ کی دسترس کامل اور ید طولیٰ کا اندازہ ہوتا ہے۔

ذیل میں اس کے چند نمونے ملاحظہ کریں،آپ فرماتے ہیں:

بعض شعراء متقدمین کے اشعار اور فضلاء کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے ، البتہ توحید ومعرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معنیٰ کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ

اوحدالدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مشغول رہتے تھے،اگرچہ اسّی رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیاء کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضاء حاجات کے لئے انھیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہوجاتی تھیں،لیکن ان میں سے ایک رباعی بہت مشہور ہے اور وہ یہ ہے:

(۱) رباعی:

حوراں بہ نظارہ نگارم صف زد	رضوان زتعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ برآن دخان مطرف زد	ابدال زبیم چنگ برمصحف زد

حضرت خواجہ باجود کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی روح مبارکہ سے مستفید تھے، لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اس رباعی کے معنی کا ادراک، انکشاف ان کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا،اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زادہ توفیقہٗ لاعانۃ العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معنی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھ سے بھی یہ فرمائش کی اور امیر الامرا کے بعض احباب اور وابستگان نے اس رباعی کے معنی بیان کئے، ہرچند کہ ان حضرات کی تصریح وتشریح بھی حقائق ودقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی لیکن ان تشریحات وتوضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی، اس لئے کہ ان حضرات نے جو معنی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی،اگرچہ بذات خود اس رباعی کے معنی میں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں، میں اسی فکر میں تھا کہ فیاض حقیقی نے اس فقیر کے دل میں اس رباعی کے اصل معنی کا القا فرمایا بمصداق من ادام قرع بابا لا شك ان يفتح (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقینا اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا،لہٰذا میں اس رباعی کے معنی بیان کرتا ہوں (ایک مقدمہ ذکر کرنے کے بعد)۔

حورائے سے مراد حور وغلماں ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اس کو نظر آتے ہیں، جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روح انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے، یُحِبُّهُم وَيُحِبُّونَهُ (وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے) اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان خزانۂ قلب کا نگہبان اور بہشت دل کا باغبان ہے، اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے "اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گزریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو" اس کا تعجب کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالت نزع میں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خال سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری و انکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقر حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے، ابدال سے مراد قواءِ نفسانی ہیں کہ تبدل و تغیر ماہیت انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقت انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہر کلی ہے، چند زون سے مراد ان نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ ان کو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہو سکے اور روح کا علوِ مرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سن کر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

چونکہ سنت الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم فانی میں کچھ مدت کے لئے اس کی تکمیل کے لئے بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارہ دلا سکے، پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے، اس تحقیق معنی کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معنی سے حالت رجوع یا اس قفس عنصری سے نجات کو سمجھے تو ضرور اس میں سرور ونشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندوزی سے صحت حاصل ہوگی۔ (۱)

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۷-۲۰۶، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

(۲) شعر

ای مشکل حل وحلِ مشکل   زان سوئی ازل بہ ہشت منزل

اس شعر کے تعلق سے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں:

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلے میں خلاصہ سخن یہ ہے کہ یہ مشکل حل زبان و بیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کے تمام ملائکہ و انبیاء و مرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکل دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دنیاوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہے، تیری ذات بلند و بالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حلِ مشکل کہا گیا ہے، وہ ضرورت شعری کی بنا پر مفعول کو ذکر کرکے فاعل مراد لیا گیا ہے، یعنی مشکلات کو حل کرنے والا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم و دانا! تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن و نمایاں ہیں اور واقفان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں، تیرے تعلم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے ان کے لئے سہل و آسان بن گئے ہیں۔ (یہ تھا مصرعہ اول کا مفہوم، اب دوسرا مصرعہ لیجئے)

"یعنی زان سوئی ازل بہ ہشت منزل" معلوم ہونا چاہئے کہ ازل اور ہے ازلِ ازل اور ہے، صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو عدم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء ہے، پس افراد عالم میں سے ہر فرد کا وجود مرتبہ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقاء کے امتداد سے مراد ہے اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا، جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں، جاننا چاہئے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویت غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہو کر عالم جسمانی کے افق انتہا پر پہنچتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے

ہوتا ہے، آٹھویں منزل عالم ارواح ہے اور عالم ارواح ہی عالم ملکوت ہے، اب ازل کو سمجھنا چاہئے ازل وجودِ افراد واعیان کا عالم معاد ہے اور عالم حسی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو ان موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازلِ ازل کا عکس ہے، اور وہ ازل ازل امتداد بقائے ہویت ہے، پس شاعر نے جو کہا ہے "زان سوئی ازل بہ ہشت منزل" وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیض وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب ومنازل جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گزر کر منزل ملکوت تک پہنچا ہے جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے، پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے ورائے منزل ہشتم میں تھا۔ ملخصاً۔(۱)

(۳) شعر

زدریائی شہادت چون نہنگ لا برآرد ہو   تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

ترجمہ: دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمم فرض ہو گیا۔

یہ شعر حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے، اس شعر کی توضیح فضلاء زمانہ جو مشرب صوفیا سے آگاہی رکھتے تھے بیان کئے اور غوث العالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی شرح پیش کی، جسے حضرت حاجی نظام غریب یمنی نے آپ کی زبان فیض ترجمان سے سنا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

دریائے شہادت سے مراد اشہدان لا الٰہ الا اللہ ہے، جب طالب صادق اور ذاکر حق کلمہ نفی واثبات کی تکرار مداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معنی میں غور وفکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوار الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں، اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اس کی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الا اللہ) کی جانب سے صفات ذات وارادات کمالات اس کی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں، اس عین عالم حصول میں

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۱۱۷، ۱۲۷ مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب وغریب فوائد حاصل ہوتے ہیں، تجلی ذات کا گوہر جو اس کو صدف "ہو" سے حاصل ہوا ہے، سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامنِ حال میں ڈال دیتا ہے، پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہئے کہ فتیمموا صعیداً (پس تم مٹی سے تیمم کرو) کے اقتضا کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "خلقکم من تراب (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنی جو اس کا عین ثابتہ ہے کی طرف رجوع کرے، اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمم حاصل کرے گا اور طوفان شعوری سے نکل کر گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔(۱)

(۴) شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش
ازانم گبری خوانند کہ با مادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ سے منسوب ہے اور ان کے نادر اشعار میں شمار ہوتا ہے، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اس شعر کے معنی بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

مادر سے مراد اس کا اپنا "عین ثابتہ" ہے جو محل تکثیر اسماء وصفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے، اگرچہ معنیٰ لفظ ام سے یہ معلوم ومتبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقت محمدی ہے، اس لیے کہ تمام اسمائے کوفی واسمائے الٰہی اور موجوداتِ نامتناہی کی اصل صدور آپ ہی کی ذات اقدس ہے، لیکن "دگر بارہ شدم جفتش" سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے، پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہِ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود ان کا "عین ثابتہ" ہے، پس یہی موضوع اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا "عین ثابتہ" لیا جائے اور گبر و ترسا سے اصطلاحی معنیٰ ارباب تصوف نے ظہور حقائق ومعارف مراد لئے ہیں، اور

(۱)- لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۱۳۷، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ''عین ثابتہ'' کا وصول ہو جائے، یعنی وصول ''عین ثابتہ'' دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ جب سالک چست و چالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے ''عین ثابتہ'' پر پہنچ جاتا ہے تو ازل سے ابد تک کے احوال ساریہ اور حالات جاریہ سے آگاہ ہو جاتا ہے، ''زنا بمادر کردم'' سے مراد عین ثابتہ روح کا وصول ہے، لغت میں زنا کے معنیٰ ''بر رفتن'' یعنی چڑھنا ہے، جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہونچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس ''عین ثابتہ'' سے اوپر نہیں ہوتا، اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہِ صوفیا کے علم پر موقوف ہے۔(۱)

☆☆☆

(۱) - لطائف اشرفی جلد اول، صفحہ ۷۱۶، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

مشائخ کرام کے
کلمات شطحیات کے معانی اور ان کی تشریح

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے مشائخ کرام اور صوفیاے عظام سے حالت سُکر میں جو کلمات صادر ہوئے، ان کی ایسی شائستہ تاویل اور عمدہ تشریح کی ہے اور سکر و صحو سے متعلق ایسی قیمتی معلوماتی باتیں پیش کی ہیں جو علم تصوف کا انمول خزانہ ہیں کہ جس سے آپ کی علمی مہارت اور وسعت نظر کا خوب خوب پتہ چلتا ہے، ذیل میں اس کے چند شواہد ملاحظہ کریں، چناں چہ سب سے پہلے شطح کے معانی بیان کرتے ہوئے آپ یوں لب کشا ہیں۔

شطح کے معانی:

الشطح هوافاضة ماء العرفان عن ظرف استعداد العارفين حين الامتيان.

شطح کے معانی یہ ہیں کہ خدا شناسوں (عارفوں) کے ظرف استعداد کے پر ہو جانے پر اس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے مزید فرمایا کہ صوفیاے کرام کا طریقۂ جاریہ اور قانونِ مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلماتِ شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیے اور نہ ان کو رد کرنا چاہیے کہ یہ مقامِ وصول کا مشرب ہے، عقل و خرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔

بعض صوفیاے کرام نے مشائخ کے ''شطحیات'' کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی (محل) میں استعمال کیے گیے ہیں ان کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اور اس

طرح کہ وہ ادراک کے قابل بن گیے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ ان کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چوں جام از بادہ عرفاں پر آید	بریزد جرعۂ اوبرزمین ہم
بداں یک جرعہ خوردن از حریفان	ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ: جب جام بادۂ عرفان سے پر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گرجاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لیے خاص ندیم ہونا چاہیے جو نازنین بھی ہو، ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر ارباب وجدان ،صاحبان صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات ارباب سُکر ہیں، کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں ان حضرات سے کلماتِ شطحیات صادر ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں، انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بارِ دگر سخن شطح اور کلامِ سُکر آگے ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔

ابیات

چوں من سرخوش شوم از بادۂ جام رواں پختہ بود از مشرب خام
دراں مستی اگر ازمن زندسر سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

ترجمہ: اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھو کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہوجاتی ہے، اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہوجائے تو اے میرے دوست! اس بیہودہ بات کو نظر انداز کردے۔

ارباب سُکر افضل ہیں یا اصحاب صحو؟

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو وسُکر کے بارے میں اصحاب طیفور اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے، طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ارباب سُکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ سُکر ایک نعمت الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے

تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

بیت

ہرآن لطفی کہ از محبوب باشد یقیں می داں کہ آں مرغوب باشد
کمال عاشق از معشوق می داں نہ زبید چوں بدمنسوب باشد

ترجمہ: ہروہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقیں جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے، عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔

پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سُکر سے اعلیٰ اور برتر ہے اس لیے کہ سُکر میں ترقی مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہو جاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصول مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے، صحو میں حصول مراتب بہر طور ممکن الحصول ہیں پس مرتبہ اول کو مرتبہ آخر سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

چہ نسبت درمیانِ ایں وآن است کہ فرقش از زمیں تا آسمان است

ترجمہ: سُکر صحو کے برابر نہیں ہوسکتا، دونوں مراتب میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے منقول ہے کہ سُکر، صحو سے برتر نہیں ہوسکتا اس لیے کہ صاحب صحو ذات الٰہی سے مربوط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرتِ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لیے کہ صاحب سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سُکر شواہد حال پر قائم رہتا ہے اور حال صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسر ہوسکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہد حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقت صحو میں بے تصرف اور صحو اور سُکر ہر دو بحق ہیں۔

''عوارف المعارف'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ''سُکر'' ارباب قلوب کے لیے

مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے، مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب ونادار آثار پنہاں ہوتے ہیں ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لیے ایسا نہیں ہوتا۔(۱)

سکر وصحو کے اقسام:

سُکر دو طرح کا ہے، ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لیے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی، اس میں رویتِ منعم کے انوار ہوتے ہیں، ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا، یہ مقتدیٰ حضرات کو میسر ہوتا ہے، دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شرابِ مودت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے، اس کا اظہار مشاہدۂ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اول میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں، پس یہ صحو اس سُکر پر کس طرح فضیلت پا سکتا ہے لیکن جب سلطانِ حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر وصحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں اور جب سالک ذوق وشرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔

ذوق وشرب اسی صحو وسُکر کے ثمرات سے مراد ہیں، جس کے نتیجے میں آثار کشف وتجلی وارادات حاصل ہوتے ہیں، صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے، ذوق رنج وراحت اور لذت ہے۔

(۱) شطح ''سبحانی ما اعظم شانی'' کی تاویل

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے فرمایا کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا ہے۔

---

(۱)-لطائف اشرفی ۱/ ۶۴۴،۶۴۶

(۲)-لطائف اشرفی ۱/ ۶۴۶،۶۴۷

''سبحانی ما اعظم شانی'' (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

اس بات کو حضرات صوفیہ سے جو اہل تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ ان پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی، پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی، پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا، بایزید کے قصد کے بغیر بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے، حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرما دیا، لہذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے ''فماھذا التعجب'' اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ بایزید نے کہا کہ: الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کس قدر بزرگ ہے'' تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں چناں چہ اب میں زنار توڑتا ہوں اسی لیے اب کہتا ہوں ''اشھد ان لاالہ الااللہ اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ'' بعض علما کہتے ہیں کہ بایزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا، پس میں نے ''سبحانی'' اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جس طرح کوئی شخص سورہ طٰہ میں ''انی انا ربک'' کہہ دیتا ہے، اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت وبزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

[لطائف اشرفی ۱/۶۵۰]

(۲) شطح ''انا اقل من ربی بسنتین'' کی تاویل:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے فرمایا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول ''انا اقل من ربی بسنتین'' (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانۂ سابق سے طلب کر رہا تھا۔

شیخ بایزید نے یہ بھی کہا ہے:

''منذ ثلثين سنة كنت طالبا لله تعالىٰ فلما تفكرت فى ذلك كان الطالب هو وكنت انا المطلوب.''

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرورِ کونین ﷺ سے خطاب فرمایا گیا ہے ''اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاکِ دنیا کو پیدا نہ کرتا۔''

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنا دیا گیا ہے (یہ تھا بایزید قدس اللہ سرہ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اس کا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ ''میں اپنے پرودگار سے دوسال چھوٹا ہوں'' اس سے وہی معنی نکلتے ہیں (جو بایزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لیے مقدم ہے، اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دوسال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقرا نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلے میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم، یہ دونوں صفتیں ذات الٰہی کے لیے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہوجائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔[1]

(۳) شطح ''لیس فی جبتی سوی اللہ'' کی تاویل:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک دن وہ (شیخ ابوسعید المہینی قدس سرہ) وعظ فرمارہے تھے، وعظ کے درمیان ہی ان پر کیفیت طاری ہوگئی

(۱)- لطائف اشرفی ۱/۶۵۲

اور انہوں نے فرمایا: ''لیس فی جبتی سوی اللہ'' ترجمہ: میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر انہوں نے اپنی انگشت شہادت اپنے سینے کے محاذ پر ماری، بس اسی وقت اُن کی انگلی کا نشان اُن کے جبہ پر بن گیا، یہ واقعہ نیشاپور میں پیش آیا تھا، وہ مہینہ سے یہاں آئے تھے، اس وقت ان کی مجلس میں استاذ امام ابوالقاسم قشیری اور شیخ ابومحمد الجوینی جیسے بہت سے مشائخ اور علما موجود تھے اور کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہوسکی بلکہ ان حضرات میں اس جملہ سے اور بھی ذوق ووجد پیدا ہوا، اور تمام مشائخ نے باہم یہ طے کیا کہ جبہ میں جس جگہ یہ نشانِ انگشت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہیے، پس وہ جبہ بطور تبرک محفوظ کرلیا گیا۔

پس جب ایسی صورت پیدا ہو تو سوائے تاویل کے اور کچھ چارۂ کار نہیں ہے اور تاویل یہ ہے کہ تمام دانشوروں کے نزدیک یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان تمام شطحیات میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے، پس جب کوئی اس کی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گیے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گیے، پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لیے سلوک کے راستے میں تلوینِ حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفاتِ بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرد ہوگیا، اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہوجانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا اور جب خداوند تعالیٰ کی یگانگیٔ وحدت کے لیے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد ومحبت ثابت ہوگئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اس کے اندر کچھ باقی نہیں ہے، اس کو مثال سے اس طرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اس فرد محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو،تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور بڑے برتن میں ایک آبخورہ ہے جس کے اندر پانی ہے،اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا، ہر چند کہ پانی آبخورے میں ہے،ظرف کلاں میں نہیں ہے،پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے،گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے،بس جس طرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے،اسی طرح جبہ اس مظروف کا ظرف ہے،(ظرف الظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشت شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی،وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے، برائے حصول برکت لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔[۱]

(۴) شطح ''الزاھد ھو الفقیر والفقیر ھو الصوفی والصوفی ھو اللہ'' کی تاویل:

ترجمہ: جو زاہد ہے وہ فقیر ہے اور جو فقیر ہے وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی اللہ ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے فرمایا کہ اس قول کی تاویل یہ ہے کہ مبتدا کی خبر دو طرح پر آتی ہے،یہ جو جملۂ مذکورہ بالا میں ''ھو'' ''ھو'' کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ ''ھو'' پہلے ''ھو'' کی خبر ہے،جس طرح کوئی کہے ''الامیر العادل'' اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذات موصوف کی ہے جو اس صفت پر صادق آتی ہے اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا

(۱)- لطائف اشرفی ۱/۶۵۹، ۶۶۰

نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہ کے طور پر ہے جیسے تم کہو ''زید اسد'' (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے،اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بنا پر ہے،حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے،(قائم مقام) جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ''اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا'' (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جو زاہد ہے وہی فقیر ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو زاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جو فقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جو صوفی وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے: ان الحق لینطق علی لسان عمر حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)۔[۱]

اب ذیل میں ان کلمات شطحیات کی تشریح وتوضیح ملاحظہ فرمائیں جو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی زبان اقدس سے صادر ہوئے۔

(۵) شطح: ''الناس کلھم عبدلعبدی'' کی تاویل:

ایک دن حضرت سید اشرف جہانگیر اشرف سمنانی مسجد میں رونق افروز تھے اور آپ کے حضور قاضی رفیع الدین اودھی، شیخ ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا خوارزمی وغیرہم مودب بیٹھے تھے کہ سرکار پر وجد و مستی کی کیفیت طاری ہوگئی، اور اسی جذبی حالت میں آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ ''الناس کلھم عبدلعبدی'' تمام لوگ میرے بندے کے بندے ہیں، آپ کے ارادت مندوں نے یہ جملہ سن کر باہم تبادلہ خیال کر کے طے کر لیا کہ حضرت کے اس جملے کو غیر لوگ نہ سن سکیں، اس لئے کہ جو اسرار باطن سے ناواقف ہیں کہیں اس

(۱)- لطائف اشرفی ۱/۶۶۷

کا انکار نہ کر بیٹھیں اور پھر اس جملے کا آڑ لے کر فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے، لیکن سوئے اتفاق
کہ حاجی صدر الدین جو حضرت کے مخلص نیاز مندوں اور سچے مریدوں میں سے تھے ان کی
زبان سے ایک عام محفل میں حضرت کا یہ شطحیہ جملہ نکل ہی گیا، علماء نے جب اس کو سنا تو بغیر
تحقیق کے اعتراض کی بارش کردی اور جونپور بھر میں غل مچا دیا، وہاں کچھ ایسے علماء بھی تھے
جو حضرت کے اس اعزاز وشہرت سے حسد کرتے تھے ان کو اچھا موقع ہاتھ لگا اور خوب اچھلنے
لگے، حضرت کی شان اقدس میں بے باکیاں، اور گستاخیاں بھی شروع ہوگئیں، لیکن کسی کو
حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر سوال وجواب کی ہمت نہ پڑی، یہ کھچڑی باہر ہی باہر پک
رہی تھی، میر صدر جہاں اور قاضی شہاب الدین تک یہ بات پہونچی تو قاضی صاحب نے
پھرے ہوئے مولویوں سے فرمایا کہ تم قال کے عالم ہو حال کی خبر نہیں رکھتے ہو، معلوم کس جذ
ب واستغراق کی حالت میں یہ جملہ ان کے منہ سے نکل گیا ہو، دوسری چیز یہ کہ باکمال بزرگ
ہیں سید ہیں صاحب تصرف ہیں ان سے الجھنا ٹھیک نہیں، قاضی صاحب کے اس سمجھانے
کے بعد بھی ایک مولوی صاحب بولے کہ واہ صاحب واہ! اسلامی دور حکومت کا ایسا شہر جو متبحر
علماء وفضلا کا مرکز ہو تعجب ہے کہ وہاں کوئی شخص متکبرانہ جملہ ادا کرے اور کوئی اس سے باز
پرس نہ کرے اس طرح تو ہر شخص دین میں دلیر ہوتا چلا جائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ پھر
علماء کی موجودگی سے عوام کو فائدہ ہی کیا ہوگا جب کہ وہ انھیں امر حق پر متنبہ بھی نہ کرسکیں،
بالآخر میر صدر جہاں کو مولوی صاحبان نے آمادہ ہی کرلیا کہ حضرت غوث العالم سے ان کے
اس جملے پر سختی سے اعتراض کر کے جواب مانگا جائے اور اسی محفل میں اعتراض وسوال کرنے
کے لئے محمود بہی جو ایک سخت کلام طالب علم تھا اس کا انتخاب بھی عمل میں آگیا، قاضی شہاب
الدین نے جب یہ رنگ محفل دیکھا تو بول اٹھے کہ محمود مجالس مشائخ کے آداب سے ناآشنا
، وہاں جا کر نہ معلوم اس کا طرز گفتگو کیا ہو، اب آپ لوگ اس بات کی تحقیق مجھ ہی پر چھوڑ
دیں، اگر آپ لوگوں کو ضد ہی ہوگئی ہے تو کل میں خود جا کر قرینے سے گفتگو کرلوں گا۔

دوسرے دن حضرت غوث العالم کی خدمت میں قاضی صاحب تشریف لائے ،
حسب معمول حضرت نے ان کو عزت سے بٹھایا اور گفتگو فرمانے لگے، حضرت کا دستور تھا کہ

ہر شخص سے اس کے مشرب اور مناسب حال گفتگو فرماتے ، چنانچہ اس دن قاضی صاحب سے
مسائل فقہ پر تبادلہ خیالات فرمانے لگے اور نہایت دقیق مسائل پر حضرت تقریر فرمانے لگے،
رفتہ رفتہ گفتگو کا رخ تصوف ومعرفت کی طرف ہوگیا، آپ نے حقائق تصوف اور معرفت
خداوندی کو موضوع سخن بنا کر شطحیات صوفیہ کے رموز بیان فرمانے لگے اور ان کے بظاہر
اشکال کو قریب الفہم بناتے رہے، اس دن مشکل الفاظ کے مطالب کو اس درجہ آسان کردیا
کہ حاضرین جھوم اٹھے، لیکن پھر گفتگو کا انداز بدلا اور رموز و اسرار وحدت بیان فرماتے
ہوئے تقریر اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں پر اس کا سمجھنا دشوار ہوگیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبریٰ غوث العالم کی تقریر ختم ہوئی تو قاضی صاحب نے
رخصت کی اجازت چاہی اور جس بات کی تحقیق کے لئے خاص کر آئے تھے اس کے استفسار
کی ہمت نہ کرسکے۔ قاضی صاحب جب اٹھنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ کیوں قاضی
صاحب اصل مقصد جس کے لئے آپ تشریف لائے تھے اس کے معلوم کئے بغیر ہی آپ
کیسے جارہے ہیں؟ حاضرین کو حیرت بھی ہوئی مگر قاضی صاحب آپ کے اس انکشاف
پر پسینے پسینے ہوگئے اور ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ حضور مولویوں نے میر صدر جہاں اور مجھ
سے کہا تھا کہ حضرت کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ آپ الناس کلھم عبدُ لعبدی'' فرماتے ہیں، یہ
جملہ بظاہر ابہام رکھتا ہے اس کی وضاحت کے لئے میں مجبور ہو کر حضور کی بارگاہ میں آیا تھا، مگر
رعب ولایت کی وجہ سے میری ہمت نہ پڑسکی۔

حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ قاضی صاحب! یہ تو بڑی آسان بات ہے لفظ
الناس پر الف لام عہد کا ہے۔ اس طرح اس جملے کے معنی ہوتے ہیں کہ بہت سے لوگ
میرے غلام کے غلام ہیں، اس کی توضیح یہ ہے کہ بیشتر لوگ بندہ ہوس ہیں اور رب قدیر نے
ہوائے نفس کو میرا تابع ومحکوم بنادیا ہے تو وہ سب لوگ جو بندۂ ہوس ہیں ہمارے محکوم کے محکوم
ہوئے یا نہ ہوئے؟ اس کے ساتھ حضرت نے یہ فرمایا کہ مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ
نے کسی درویش کو لکھا کہ آپ مجھ سے جو کچھ طلب فرمائیں میں آپ کو دونگا، درویش نے اس
کے جواب میں بادشاہ کو یہ رُباعی لکھ کر بھیج دیا:

ازحرص ہوادوبندہ دارم　　در ملک خدائے بادشاہم
توبندۂ بندگان مائی　　از بندۂ بندگان چہ خاہم

قاضی صاحب کوتشفی ہوگئی اورخوش خوش واپس آئے۔(۱)

☆ایک روز کچھ صوفی آئے اورشطحیات صوفیہ کے معنی آپ سے پوچھنے لگے،آپ نے فرمایا کہ یہ فقیروں کے اپنے خاص اصطلاحات ہیں۔جیسے جملہ علوم وفنون اپنے کچھ خاص مصطلحات رکھتے ہیں اور پھر اس موضوع پر تقریر فرمانے لگے تو گویا معارف وحکم کے دھارے بہہ رہے ہیں،حاضرین محفل جھوم اٹھے لیکن جن لوگوں نے سوالات کئے تھے وہ اورمزید گفتگو کرنے لگے،اثنائے گفتگو میں آپ نے محسوس فرمایا کہ ان لوگوں کا مقصد استفادہ نہیں ہے بلکہ اظہار قابلیت ہے تو آپ نے تقریر کا رخ موڑ کر فرمایا کہ عزیزو! الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہ پھنسو، اس لئے کہ لفظوں کے ادراک سے توحید کی معرفت نہیں حاصل ہوسکتی،فقیر بننا چاہتے ہو تو ترک خواہشات کرو اور ریاضت ومشاہدے کے ذریعہ تہذیب فقر سیکھو، پھر کہیں جا کے اسرار وحدت سمجھو گے،صوفیوں کی اصطلاحات سے تصوف کا درس نہیں ملتا۔

☆☆☆

(۱)-لطائف اشرفی اردو،مترجم پروفیسر لطیف اللہ،حصہ اول،صفحہ ٦٦٨،مطبوعہ کراچی

مکتوبات

جہان علوم ومعارف

یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ تاریخ اسلام میں بے شمار شخصیات ایسی ہیں جن کے تبحر علمی، زہد وتقویٰ اور افکار وخیالات سے آگاہی ہمیں ان کی تحریروں سے ہی حاصل ہوئی ہے،ان کی نادر وقیمتی تحریریں جہاں دوسروں کے لئے مشعل راہ ہیں وہیں ان شخصیات کی علمی خوبیوں اور فکری جولانیوں پر بھی خوب خوب دلالت کرتی ہیں،خصوصاً صوفیا اور عارفین کے خطوط اس اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں،مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات صدی دوصدی اس کی اہم مثالیں ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کا مجموعہ بھی آپ کے علمی جواہر کا انمول خزانہ ہے،ان مکتوبات میں علوم شریعت اور رموز طریقت ومعرفت کی قیمتی اور اہم باتیں پیش کی گئی ہیں جو انسانی زندگی کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہیں بلکہ ان کی کامیابی وسرخروئی کی اس میں ضمانت ہے،کچھ مکتوبات مختصر مضامین پر مشتمل ہیں اور کچھ بے حد طویل مباحث علمیہ کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں،ان مکتوبات کے مطالعہ کرنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مکتوب کے ہر ہر سطر سے آپ کے علمی فیضان کے دھارے بہہ رہے ہیں۔

آپ کے مکتوبات کو آپ کے خلیفۂ اول جامع لطائف اشرفی حضرت شیخ نظام یمنی اور آپ کے جانشین وفرزند معنوی سید عبدالرزاق نور العین قدس سرہما نے جمع کیا ہے، حضرت عبدالرزاق نورالعین نے آپ کے جن خطوط اور مکتوبات کو جمع فرمایا ہے،اس وقت وہی مکتوبات دستیاب ہیں جو مکتوبات اشرفی کے نام سے مشہور ہے، یہ ۷۵ مکتوبات پر

مشتمل ہے، ان مکتوبات کے حوالے سے حضرت سید عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

صوفیا کے خرمن اخلاق سے خوشہ چینی کرنے والا خادم علی الاطلاق عبدالرزاق حسنی حسینی سمنانی جیلانی۔ اللہ اسے صدق وعرفان کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ عرض کرتا ہے کہ حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین، غوث زماں، منبع ہدایت، نادرِ عصر، قادرِ دہر، مقتدائے اولیاء روزگار، پیشوائے اصفیاء ادوار، ہادی گم گشتگانِ راہ سلوک وطلب، مہدی وادیِ شکوک ومشکلات، سردار اولیاء کبیر، زبدۂ عارفاں، قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی، اللہ ان کے شرف زیارت سے مسلمانوں کو بہرہ مند فرمائے اور ان کی حیات کو دراز فرمائے، نے اصحابِ طریقت اور احباب کے نام جو خطوط ارسال کئے تھے، جنھیں دریائے معرفت کے موتی اور مخزن ہدایت کے گوہر اور دارین کی سعادت کے سبب کی حیثیت سے اکابر روزگار نے تمغۂ افتخار بنا کر محفوظ رکھا تھا، ان نادر اور تفصیلی خطوط کو فضیلت مآب، شیخ کامل، سردارِ خلفائے اشرفیہ، زبدۂ اصحاب شکرفیہ، جامع ملفوظات الہامی (لطائف اشرفی) حضرت شیخ نظام یمنی نے جمع کیا تھا، لیکن یہ واردات غیبیہ اشرفیہ اور الہامات یقینیہ جو حضرت قدوۃ الکبری سے جوش احوال اور غلبہ ارادت کے ساتھ صادر ہوئے ہیں انھیں اب تک کسی نے جمع نہیں کیا تھا، میرے دل میں اللہ کی طرف سے یہ القا ہوا پھر قدوۃ الکبریٰ کی جانب سے اشارہ بھی مل گیا کہ علم ومعرفت کے وہ گوہر جو پہلے کے مکتوبات میں درج ہونے سے رہ گئے تھے انھیں یکجا کر دینا مناسب ہے، چنانچہ میں نے بخوشی ان مکتوباتِ شریفہ اور مراسلاتِ لطیفہ کو جمع کر دیا، امید ہے کہ طالبان راہ سلوک وتصوف کے لئے عظیم سرمایہ اور راہ حق کے مسافروں کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہوں گے۔

ذیل میں مکتوبات اشرفی میں سے صرف ۱۰ رمکتوبات کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے، جن کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوگا کہ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ علم وحکمت اور سلوک معرفت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

پہلا مکتوب: قاضی شیخ عبدالملک کو لکھا گیا ہے، اس مکتوب میں راہِ سلوک کے

لئے مرشد کامل کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس کی توحید پر تحقیقی دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اس مکتوب میں امکان، وجوب، وجود وعدم اور امتناع پر عالمانہ اور متکلمانہ ابحاث کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی کو علم کلام اور فلسفہ ومنطق پر بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔

دوسرا مکتوب: شیخ ابوبکر کو لکھا گیا ہے، اس میں صدق، طالب صادق کے حقائق واحوال اور راہ سلوک میں صدق کی اہمیت وفضیلت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں۔

تیسرا مکتوب: شیخ عمر کو لکھا گیا ہے، اس مکتوب میں آیت کریمہ "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (الخ) کی تفسیر بیان کی گئی ہے، اس ضمن میں نادر علمی نکات ذکر کئے گئے ہیں، اس آیت مبارکہ سے چاروں خلفاء راشدین کی فضیلت بھی ثابت کی گئی ہے، مکتوب میں بعض ایسے علمی نکات ہیں جو کتب تفاسیر میں راقم کو نظر نہیں آئے، مکتوب کے مشمولات سے حضرت مخدوم قدس سرہ کے مختلف علوم میں تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

چوتھا مکتوب: شیخ عثمان کو بھیجا گیا تھا، مکتوب کے شروع میں یہ لکھا ہے: مادام کہ سالک بصدق ابا بکر وعدالت عمر وحیاء عثمانی وسخاء حیدری بصدق وعدالت وحیا وسخا وشمہ از اوصاف اربعہ خلفاء راشدین پیراستہ نباشد کار بجائے نہ رسد وبار سعادت پیش پادشاہے نکشد۔ ترجمہ: جب تک سالک خلفاء راشدین کے چاروں اوصاف یعنی صدق ابوبکر، عدالت عمر، حیاء عثمان اور سخاوت حیدر (رضی اللہ عنہم) کو اپنے اندر پیدا نہیں کرے گا مطلوب کو نہیں پہنچے گا اور بادشاہ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں سعادت مند بندہ نہیں ہو سکے گا، پھر یہ بیان فرمایا ہے کہ شیخ کامل پر اعتراض مرید کے لئے راہِ سلوک میں حجاب اور شقاوت کا سبب ہے، فرماتے ہیں: حجابے کہ از اعتراض زاید وعقابے کہ از انقباض برآید ہیچ چیز مندفع نہ گردد۔ چہ اعتراض بغایت شوم ست ونامبارک، بخاصیت سد مجاری فیض۔ فعلیک ایها الطالب ان تجتنب عن هذه الداء العضال۔ ترجمہ: شیخ پر

بے جا اعتراض وانکار سے جو عقاب وحجاب پیدا ہوتا ہے وہ کسی چیز سے دور نہ ہوگا، کیوں کہ اعتراض بہت بُری اور نامبارک چیز ہے، اس سے فیض کے راستے بند ہوجاتے ہیں، لہٰذا اے طالبِ راہِ سلوک! تم اس لاعلاج بیماری سے بچے رہو۔

پانچواں مکتوب: شیخ کبیر کو لکھا گیا ہے، اس مکتوب میں تصوف کے دقیق مسائل کو ذکر کیا گیا ہے، یہ بیان کیا گیا ہے کہ طالب سلوک ومعرفت کے لئے لازم ہے کہ وہ توحید کے مراتب کو جانے اگر چہ توحید علمی ہو، یہ بھی ضروری ہے کہ عقائد شریعت واصول معرفت سے بھی واقف ہو۔

چھٹا مکتوب: قاضی متھن سدھوری کو لکھا گیا ہے، اس میں صوفیہ کے احوال ومقامات اور ان کے ملفوظات پر مشتمل کتابوں کے مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، مکتوب کی ابتدا ان الفاظ سے کی گئی ہے: برادر اعز ارشد قاضی متھن! دعاء مشتاقانہ قبول فرمایند، اے عزیز! مطالعہ نمودن مقامات صوفیہ وملاحظہ فرمودن مکالمات طائفہ علیہ ایں فرقہ راز اہم مہماتست، چہ اکابر متقدمین واماثر متاخرین فرمودہ اند کہ صوفی را بعد ادائے امور معہودہ واجرائے کار مفروضہ ومندوبہ یک جز از کتب سلوک خواندن لازم است، اے عزیز! مقامات صوفیہ اور اس گروہ عالیہ کے ملفوظات کا مطالعہ اہم امور میں سے ہے، کیوں کہ اکابر صوفیہ متقدمین ومتاخرین نے یہ فرمایا ہے کہ فرائض ومستحبات کی ادائیگی کے بعد صوفی پر لازم ہے کہ وہ ایک حصہ کتبِ سلوک سے ضرور پڑھے۔

ساتواں مکتوب: شیخ سلیمان مندوی نے حضرت مخدوم اشرف سمنانی سے لفظ ''احد'' اور اللہ تعالیٰ کی صفت احدیت کے معنی سے متعلق استفسار کیا تھا، جس کے جواب میں حضرت نے جو علمی جواہر پیش فرمائے ہیں انھیں پڑھ کر اہل علم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، پہلے ''احد'' کے معانی تحریر فرماتے ہیں: احد عبارت ازاں است کہ متجزی نباشد وثانی نبود یا بمعنی کہ ویرا نظیرے ومانند نبود ای لایکون لہ مثل وشبیہ یا بمعنی کہ ثانیش نبود ای لایکن له غیر اضدالا خارجا ولا ذهنا لا فعلا ولا امكانا واول ہمچو جوہر فرد کہ در حد ذات خود قسمت پذیر نبود کذ الك النقطه۔ فنقول انه واحد بمعنی انه

لاجزء له لابمعنی انه لا ثانی له ولا نظیر له لان فی الوجود جواهر موجودة ولابمعنیٰ انه لاثانی له ولا غیرله لانا لموجوداتا لمغائرة له من الاجسام والاعراض مشهودة، ثانی ہمچو آفتاب فیقال انه واحد بمعنی انه لاثانی له ولا نظیر له اذلیس فی الظاهر شمسان حتی یکون کل منهمانظیرا ومثالا لاَخر الاانه یمکن ان یکون لها نظیر ومثل ولاسیمافی الذهن اذ یمکن ان یتصور شموس متعددة لابمعنی انها لاجزء لها لانها قابلة للقسمة ومتجزیة فی حد ذاتها لانها من قبل الاجسام ولا بمعنی انها لاثانی لها ولا غیر لها اذ مایغایر هامن الامور موجودة.

ترجمہ: احد کا ایک معنی یہ ہے کہ اس کا جز نہ ہوسکے اور اس کا ثانی نہ ہو، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا کوئی مثل، نظیر وشبیہ نہ ہو، یا معنی یہ ہے کہ جس کا کوئی ثانی یعنی غیر اور مقابل نہ ہو، نہ خارج میں نہ ذہن میں، نہ بالفعل نہ بالامکان، پہلے معنی کے اعتبار سے احد وہ ہے جس کا کوئی جز اور ثانی نہ ہو، جیسا کہ جوہر فرد ہے، وہ فی حد ذاتہ قابل تقسیم نہیں، اسی طرح نقطہ ہے، اس معنی کے اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ وہ واحد ہے، یعنی اس کا کوئی جز نہیں، اس معنی میں نہیں کہ اس کا کوئی ثانی اور نظیر نہیں، کیوں کہ وجود میں بہت جواہر موجود ہیں اور اس معنی میں نہیں کہ اس کا ثانی اور غیر نہیں، کیوں کہ اس کے مغایر اجسام واعراض مشاہدے میں ہیں، دوسرے معنی کے اعتبار سے احد وہ ہے جیسے آفتاب، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آفتاب ایک ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ آفتاب کا ثانی اور نظیر نہیں، کیوں کہ ظاہر میں دو سورج نہیں کہ ایک کو دوسرے کی نظیر ومثال کہا جائے، مگر اس کا مثل ونظیر ممکن ہے، خصوصا ذہن میں، کیوں کہ ذہن میں متعدد سورج کا تصور ہوسکتا ہے، سورج کے ایک ہونے کا یہ معنی بھی نہیں کہ اس کا جز نہیں، کیوں کہ وہ فی حد ذاتہ قابل تقسیم وتجزی ہے، اس لئے کہ وہ اجسام کی قبیل سے ہے، آفتاب کے واحد ہونے کا یہ معنی بھی نہیں کہ اس کا ثانی اور غیر نہیں، کیوں کہ اس کے مغایر امور موجود ہیں، اس کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے: حق تعالیٰ بہ نزد حکیم بمعنی اول است۔ زیرا کہ درآں حضرت بہ ہیچ وجہ تجزیہ وانقسام نیست بلکہ تعدد وثنویت صفت وموصوف

نیست۔ ترجمہ: حکماء کے نزدیک حق تعالیٰ ''احد'' اول معنی کے اعتبار سے ہے (وہ قابل تجزی وانقسام نہیں) کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اعتبار سے تقسیم وتجزی نہیں بلکہ یہاں موصوف وصفت کا تعدد اور دوئی بھی نہیں (موصوف وصفت کے مابین جو غیریت ہوتی ہے وہ اللہ کی ذات وصفات میں نہیں)

اس کے بعد حضرت مخدوم قدس سرہ نے صفات باری تعالیٰ کی عینیت وغیریت پر جو متکلمانہ بحث کی ہے وہ اہل علم کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے، مکتوب کو پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم وحکمت کا ایک اتھاہ سمندر ہے جو موجیں مار رہا ہے۔

آٹھواں مکتوب: شیخ راجا کو لکھا گیا ہے، اس میں بہت سے علم وعرفان کے جواہر پارے ہیں، اس مکتوب میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے اپنا ایک خواب بھی تحریر فرمایا ہے جس سے آپ کے مقامات ولایت وشان محبوبیت کا اشارہ ملتا ہے، آپ نے تحریر فرمایا ہے: درشب متبرکہ از شبہائے دہ اخیرہ ماہ رمضان حضرت خضر علیہ السلام را در واقعہ دیدہ ام کہ تشریف بخانہ من آوردہ اند، بامیدواری تمام برخاستہ پاے بوس کردہ ام چوں بہ شرف ملازمت مشرف شدم وبرخے از مواعظ بہرہ مند فرمودند کہ ترا بجاے دیگر از مشائخ دیار نباید رفت کہ کلید گنج خانہ طریقت بردست تو (سید اشرف جہانگیر) سپردہ ام، بمجرد استماع ایں بشارت جاں فزائی واطلاع ایں اشارت وایماء جانی یافتم گویا در پوست نمی گنجم۔

ترجمہ: ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی ایک رات میں خواب میں دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے ہیں، میں نے پوری عقیدت کے ساتھ قدم بوسی کی اور شرف ملاقات سے مشرف ہوا، آپ نے اپنی نصیحتوں سے بہرہ مند فرمایا، ارشاد فرمایا کہ اے اشرف! تم کو دوسرے مشائخ دیار کے پاس جانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ خزانہ طریقت کی کنجی تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے، جب میں نے یہ جاں افزا خوشخبری سنی تو انتہائی خوشی حاصل ہوئی، اس بشارت میں بھی حضور مخدوم سمنانی کے مقام غوثیت کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ آپ کو دیگر اولیاء دیار کے پاس جانے کی حاجت نہیں، اور یہ شان غوث زمانہ کی ہوتی ہے۔

نواں مکتوب: شیخ فرید الدین کو تحریر فرمایا ہے، اس میں یہ لکھا ہے کہ شیخ کامل کے بغیر کوئی طالبِ راہ حقیقت منزل تک نہیں پہنچ سکتا، مرید کا طالب صادق ہونا اور شیخ کا کامل ہونا شرط ہے کہ وہ طالب صادق کو راہ سلوک پر چلانے کی استطاعت رکھتا ہو، پھر اس باب میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے: موسیٰ علیہ السلام با کمالِ مرتبہ نبوت ودرجہ رسالت واولوالعزمی در بدایتِ حال دہ سال در ملازمتِ خدمتِ شعیب علیہ السلام می بایست کرد تا استحقاقِ شرفِ مکالمہ حق ظاہر شود بعد ازاں کہ بدولت وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ ۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے با کمال نبی اور اولوالعزم رسول ہونے کے باوجود ابتداء حال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں دس سال گزارے تب جا کے انھیں اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو سکا، چنانچہ قرآن میں آیا ہے: اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا اور یہ بھی قرآن میں ہے: اور ہم نے الواح (تورات) میں ہر شی سے متعلق نصیحت اور ہر شی کی تفصیل لکھ دی ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے، اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس ضمن میں حضرت نے یہ تحریر فرمایا ہے: حضور علیہ السلام چنداں کہ توانست جہد نمود تا آں تخم در زمین دل! ابوطالب انداز دنتوانست تا گفتند اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ : ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ابوطالب کے دل میں تخم ہدایت ڈالنے کی ہر چند کوشش کی، ڈال نہ سکے، یہاں تک کہ اللہ نے فرمادیا: آپ کو جس کی ہدایت پسند ہے اس کو ہدایت نہیں دے سکیں گے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

دسواں مکتوب: شیخ عبدالوہاب کو تحریر فرمایا ہے، اس میں نماز تہجد اور رات کے نوافل کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، مکتوب کے شروع میں یہ تحریر فرمایا ہے: بہترین عبادتَ تقرب افزائی وخوب ترین ریاضتَ ترغیب آرائی نماز تہجد است۔ چہ آں مقدار

مواعیدِ اخروی و موائدِ معنوی کہ در نماز تہجد نہادہ در عبادتہاے دیگر نفرمودہ اند۔ ترجمہ: سب سے بہتر عبادت و ریاضت جس سے بندے کو رب کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ نماز تہجد ہے، کیونکہ نماز تہجد پر اخروی نعمتوں اور روحانی نوازشات کے جتنے وعدے ہیں وہ دوسری عبادتوں میں نہیں ہیں، پھر یہ فرمایا ہے کہ نوافل اور تہجد کے لئے شب بیداری اس وقت آسان ہوگی جب کہ چار شرطیں پائی جائیں۔

(۱) کم خوری: تا کہ معدے میں گرانی اور نیند کا غلبہ نہ ہو۔

(۲) دن کو بھاری کام نہ کیا جائے تا کہ رات کو تکان کی وجہ سے جسم میں سستی پیدا نہ ہو۔

(۳) قیلولہ: دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہئے تا کہ شب بیداری میں آسانی ہو۔

(۴) حرام غذا نہ کھائے۔[۱]

☆☆☆

(۱)- ماہ نامہ جامع اشرف: شمارہ اکتوبر ۲۰۱۸، صفحہ ۲۶، ۲۵، ۲۴: تعارف مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی

حقائق و معارف تصوف کا بیان

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی بلا مبالغہ علوم شریعت و طریقت کے حسین سنگم اور مجمع البحرین تھے، آپ علوم ظاہری و باطنی کے ایسے بحر ذخار تھے کہ بے شمار تشنگان حقیقت و معرفت اور مشتاقان شریعت و طریقت آپ کے بحر عشق و عرفاں سے خوب خوب سیراب ہوئے اور اپنا اپنا شوق علم پورا کیا، گذشتہ اوراق میں علوم ظاہری میں آپ کی قیمتی تحقیقات کے چند نمونے پیش کیے گیے آئندہ سطور میں ہم قارئین کی ضیافت طبع کے سلوک و معرفت کے حوالے سے آپ کے کچھ افادات عالیہ اور ملفوظات غالیہ پیش کرتے ہیں جو در حقیقت تصوف و طریقت اور اخلاق و آداب کے قیمتی لعل و گوہر اور حقیقت و معرفت کی نادر تحقیقات و معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے یقینا جس کے مطالعہ سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور نگاہوں کو نور حاصل ہوگا۔

مرشد و مرید کے شرائط و آداب

بیعت و ارادت یہ کوئی صدی دو صدی قبل کی ایجاد و اختراع یا کسی شیخ طریقت کے ذریعہ معرضِ وجود میں آنے والی چیز نہیں ہے، اس شجرۂ مبارکہ کی اصل زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے اور اس کی ابتداء خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد زریں میں ہو چکی ہے، جب تک بندہ کسی مرشدِ کامل کے دست حق پرست پر توبہ کر کے اپنی پوری خودی سپرد نہیں کرتا وہ راہِ وصول کی دشوار کن وادیوں میں حیران و پریشان ہی رہتا ہے اور انتھک محنت کرنے کے بعد بھی بارگاہ صمدیت میں باریابی حاصل نہیں ہوتی، صوفیا کے یہاں مقام وصول تک پہنچنے اور ذات حق کا مشاہدہ کرنے کے لئے کسی صاحبِ دل شیخِ طریقت کے

ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھنا ضروری ہے، اسی عملِ خاص کو اہلِ تصوف بیعت توبہ وتقویٰ کہتے ہیں، اس کے جواز واستحسان پر کلام الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں متعدد دلیلیں موجود ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے اپنی مایہ ناز تصنیف لطائف اشرفی میں بیعت وارادت اور شرائط وآداب شیخ ومرید کے تعلق سے نہایت ہی سادہ اسلوب اور واضح الفاظ میں قیمتی باتیں اور رہنما اصول پیش فرمایا ہے اگر شیوخ اور مریدین ان ساری باتوں کا لحاظ رکھیں اور ان کو اپنے لئے نمونۂ عمل بنائیں تو شیخ اپنے مریدین کو عمدہ اور بہتر تربیت سے آراستہ کر کے منزلِ مقصود تک باآسانی پہنچا سکتا ہے، اور مریدین بھی اپنے شیخ کے فرمودات اور ان کی باتوں پر عمل کر کے دین ودنیا کی صلاح وفلاح سے خوب خوب مالا مال ہو سکتے ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے شیخ ومرید کے شرائط وآداب کے حوالے سے جو افادات فرمائے ہیں ذیل میں بالترتیب نقل کیے جاتے ہیں۔

شرائطِ شیخ:

آپ نے ارشاد فرمایا: شیخی کے لئے بہت شرائط اور آداب ہیں لیکن دس شرطیں نہایت ضروری ہیں.

شرط اول یہ ہے کہ جب تک پیر مسند ارشاد پر نہ بٹھلائے اپنی خوشی سے بغیر اجازت کے اس منصب کی ہمت نہ کرے

دوسری شرط یہ ہے کہ شیخ کی نسبت مع اللہ وآگاہی اس قدر استوار ہو کہ ملکۂ نفس ہوگئی ہو جس طرح دیکھنا اور سننا آنکھ اور کان کی خاصیت ہے وہی حیثیت دل کی یاد الٰہی کے ساتھ ہوتا کہ اشغال صوری یادداشت معنوی کے مانع نہ ہوں اور یادداشت معنوی اشغال صوری میں حرج نہ پیدا کرے، جب یہ نسبت حاصل ہوجائے تب خواجگان نقشبند اس کو بالغ شمار کرتے ہیں اور طالبوں کی تربیت وتکمیل کی اجازت دیتے ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مرید کے ہر نامناسب عمل پر مواخذہ کرے، سہل انکاری

کو دخل نہ دے ورنہ سجادہ کا حق ادا نہ ہوگا پیر کا منصب مرید کو تمام ظاہری اور باطنی برائیوں سے پاک کرنا ہے اس کی مثال بادشاہ کی ہے جو رعایا کے مال میں خیانت کرے تو آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ انفاس وحرکات مرید کا محاسبہ لازم سمجھے، عمل عزیمت پر کرائے اور رخصت کی اجازت نہ دے کیونکہ تاویلات عوام کے لئے ہیں جو ایمان رکھنے پر قناعت رکھتے ہیں لیکن حقیقت ایمان کا طالب عوام سے بلند تر ہے، اس کو ریاضات اور مجاہدات کرنا چاہئے، رخصت شرعی جائز نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ کی عادت تھی کہ نماز شام اور حلقہ ذکر کے بعد اپنے اصحاب کا محاسبہ کرتے تھے، جاسوس مقرر تھے کہ ایک دوسرے کے افعال حضرت سے بیان کریں کوئی مرید ادائے نوافل میں سستی کرتا یا کار خیر میں تاخیر اس پر بہت خفا ہوتے تھے، شیخ علاء الدولہ سمنانی کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ تمام انبیاء دنیا میں اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ مخلوق کو نفس کے شرور سے آگاہ کریں اور حق کا کمال دکھلائیں، اسی طرح شیخ کا بھی فرض ہے کہ مرید کو اس کے نقائص دکھلائے، کمال کا وسوسہ پیدا ہو یا ایسا عمل کرے جس سے کمال ظاہر ہوتا ہو تو شیخ کو ناراض ہونا چاہئے، کیونکہ پیر اس لئے رنج اٹھاتا ہے کہ مرید کے نفس کو توڑے اس کی عاجزی ثابت کرے اور حق کا کمال دکھلائے، اگر مرید اپنا کمال دکھاتا ہے تو وہ شیخ کو رنج پہنچاتا ہے اور پیر کی محنت ضائع کرتا ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرید کے سامنے تنزیہ وتقدیس سے ظاہر ہو اپنے اسرار پر مرید کو مطلع نہ کرے کیونکہ بشریت کے اوصاف دیکھنے سے عزت وحرمت کم ہوتی ہے اور مرید کو نقصان پہنچتا ہے، یہ بھی لازم ہے کہ اسرار حقانی طالب کے حوصلہ کے مطابق کہے ورنہ اس کے لئے زہر قاتل ہے، منتہی کے لئے جو معارف صحیح ہیں وہ مبتدی کو بتائے جائیں تو انکار کرے گا اور فیض سے محروم رہے گا، شیخ عمر عثمان مکی حضرت منصور کے استاد تھے، انھوں نے چند اجزاء علم توحید میں لکھے تھے جن میں حقائق ومعارف بیان کئے تھے وہ ان اوراق کو پوشیدہ رکھتے تھے، منصور چھپا کر لے گئے اور علمائے ظاہر کو دکھلا دئے نازک بحثیں

تھیں علما سمجھ نہ سکے اور شیخ عمر کے منکر ہو گئے، شیخ نے منصور کو بد دعا دی کہ الٰہی کسی شخص کو مسلط کر جو منصور کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دے، منصور پر جو کچھ گذرا وہ اسی بد دعا کا اثر تھا۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنے مرید کو دوسرے شیخ کے پاس بیٹھنے سے منع کرے بلکہ ان کے مریدوں کی ہم نشینی سے بھی باز رکھے، کیونکہ مشائخ طریقت مرید کی خواہشات کے خلاف حکم دیتے ہیں، اگر وہ ایسے شخص کے پاس بیٹھا جس کی ہوا وہوس کچھ اور تھی اس نے اپنے شیخ کا حکم بیان کیا اور وہ اس مرید کی مرضی کے موافق ہوا تو اسی شیخ کی طرف توجہ کرے گا اور اپنے پیر سے منحرف ہو جائے گا جوارتداد معنوی ہے، اگر دوسرے شخص نے بھی اس کو وہی حکم دیا جو شیخ اول نے دیا تھا تو اپنے شیخ کی طرف رجوع ہونا چاہے گا، ادھر سے راندہ ادھر سے درماندہ ہو کر طبیعت اور جہالت کے زندان میں گرفتار رہے گا۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید کو قوت حلال کی تاکید کرے اور اس کو سمجھائے کہ اللہ رزاق ہے وہ بغیر سعی وکوشش کے رزق دے گا، جب تک مرید کو یقین وتوکل حاصل نہ ہو جائے اس کو تجریدی کے راستے پر رکھے، طعام مثل تخم کے ہے جو معدے کی زمین میں جاتا ہے حلال ہے تو نیک اعمال کے درخت پیدا ہوں گے مشتبہ ہے تو خطرات فاسد پیدا ہوں گے، عبادت میں کاہلی ہوگی، حرام ہے تو گناہ کے درخت اگیں گے۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی بزرگ اس سے بڑھ کر صاحب نسبت ہو تو اس بزرگ کی ملازمت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت کا حکم دے، اگر ایسا نہ کرے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کی شیخی حب جاہ اور جلب قلوب کے لئے ہے حقانیت نہیں ہے، حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ موسیٰ اگر آج زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے، پس مشائخ میں بھی یہی وصف ہونا چاہیئے۔

نویں شرط یہ ہے کہ شیخ راہ سلوک کا عالم ہوتا کہ مرید کو جو اشکال پیش آئیں ان کو دفع کرے اور جلالی وجمالی تجلیوں میں تمیز کر سکے، شیخ کے لئے یہ لازم نہیں کہ اس کو مرید کے اسرار پر ہر وقت اطلاع رہے بلکہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی مشکلات واحوال شیخ سے عرض

کرتا رہے اور یہ نہ کہے کہ شیخ خود میرے احوال پر مطلع ہیں۔

دسویں شرط یہ ہے کہ شیخ دن رات میں ایک بار سے زیادہ مرید کے ساتھ نہ بیٹھے کیوں کہ مشاہدہ کی کثرت سے عزت وحرمت کم ہو جاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ اپنے لئے حجرہ جداگانہ مقرر کرے اور اصحاب کے لئے مکان الگ ہو، شیخ عبداللہ انصاری کی مشغولی کے لئے حجرہ جدا تھا اور اصحاب کے لئے خانقاہ دوسری تھی، سمرقند کے خواجگان نقشبندی کا بھی یہی اصول تھا۔(ملخصاً)[۱]

شرائط مرید:

مرشد کے شرائط ذکر کرنے کے بعد حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے مرید کے لئے بھی دس شرطوں کا ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

مرشد کے لئے دس شرطیں مذکور ہوئیں، مرید کے لئے بھی کچھ شرطیں ہیں جواب بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ کوئی امر مرشد سے پوشیدہ نہ رکھے، نیکی اور بدی کا جو خطرہ دل میں آتا ہو پیر سے عرض کرے تاکہ اس کی استعداد کے موافق امراض کا علاج کیا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ پیر کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرے، اگر بحسب ظاہر نامناسب ہو تو حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے، کیونکہ اس طریق میں اعتراض سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں ہے، اعتراض کا حجاب نہایت نامبارک ہے وہ کسی چیز سے دفع نہیں ہوتا، اس گروہ کے افعال ظاہراً خلاف شریعت ہوں تو بھی سمجھے کہ کوئی خاص وجہ ہوگی، کیوں کہ پیر کا ہر فعل ثواب ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شیخ کی طلب میں صادق ہو، تمام عالم اس کے سامنے تلوار لے کر کھڑا ہو جائے تو بھی طلب سے بعض نہ رہے، شیخ تک رسائی ہو تو پہلے یہ اطمینان کرلے کہ اس میں مقتدائی کی صلاحیت ہے یا نہیں، پیر کی صلاحیت ان لوگوں کے احوال سے دریافت ہو سکتی ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں یا اس کی صحبت میں رہتے ہوں، مگر

(۱)۔ لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۲۰۶، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب اس کی ملازمت میں پہنچے تو حق تعالیٰ کی طرف دل کا جذبہ ہو اور روزگار کے علائق سے دل سرد ہو جائے ایسا شیخ کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے، جب دستیاب ہو تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا شیخ خدا تک نہیں پہنچا سکتا، صوفیا اس کو توحید مطلب کہتے ہیں اور یہ بہت بڑا رکن ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ بغیر پیر کے حکم کے اس کے کسی فعل کی اقتدا نہ کرے کیونکہ ممکن ہے بعض چیزیں جو شخص کے مناسب بمقام ہوں وہ مرید کے لئے زہر کی خاصیت رکھتے ہوں، شغل اور مراقبہ میں بلکہ نوافل میں بھی بغیر حکم شیخ کی تقلید جائز نہیں، چلنے، کھانے اور سونے وغیرہ میں بغیر خاص حکم کے تقلید نہ کرے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کا کلام درست سمجھے اور اس کی تاویل نہ کرے، کہتے ہیں کہ ایک مرید سلوک کر رہا تھا اور شیخ نے اس کو لکڑیاں لانے کی خدمت سپرد کی تھی، روز لکڑیاں لاتا اور شیخ جس جگہ حکم دیتے وہاں رکھتا تھا یا کسی کو دلائے تو اس کو دے دیتا تھا، اتفاقاً ایک دن شیخ حقائق ومعارف کا بیان کر رہے تھے کہ وہ لکڑیاں لے کر آیا، اس نے دوبارہ پوچھا کہ یہ لکڑیاں کہاں رکھوں، شیخ ملتفت نہ ہوئے جب تیسری بار پوچھا تو شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ ''چولہے میں جا'' مرید صادق اور سلیم القلب تھا، پیر کے فرمانے کے مطابق آگ میں جا بیٹھا، حضرت کو خبر ہوئی تو فوراً موقع پر آ گئے اور اس کو چولہے سے باہر نکالا، دیکھا گیا کہ اس کا ایک بال بھی نہ جلا تھا بلکہ آگ اسکے لئے گلزار بن گئی تھی۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ شیخ کے احکام کی تعمیل کرے، اس کا حکم ظاہراً خلاف شریعت معلوم ہوتا ہو تب بھی امتثال امر کرے، جب تک مرید کی عقیدت اس مرتبہ کی نہ ہو ترقی نہیں کر سکتا، جس طرح مولانا رومی نے شمس تبریز کی اطاعت کی ویسی ہی مرید کو اپنے پیر کی کرنی چاہئیے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر سمجھے، اپنا حق کسی پر نہ جانے اور نہ کسی دوسرے کا حق خود پر دیکھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ دنیا میں سوائے خدائے تعالیٰ اور اس کے شیخ کے کچھ موجود نہیں ہے، مرید کو چاہئیے کہ پیر کو اپنی قوم میں اسی عزت کا مستحق سمجھے

جیسے نبی کو اپنی امت میں ہوتی ہے۔ الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی امتہٖ۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے، شیخ کے احترام کی کوشش کرتا رہے اور جو ذکر اس نے تعلیم کیا ہو اس سے غفلت نہ کرے، اگر دل میں ذکر کے سوا کوئی اور خواہش پیدا ہو تو فوراً ذکر کی طرف رجوع کرے اور جانے کہ ایک وقت میں امر مخالف سے مشغولی نہیں ہو سکتی، مرید کی ہمت ایسی بلند ہونا چاہئیے کہ پیر کو اپنی جان اور خود کو اس کا قالب سمجھے اور تصور کرے کہ قالب خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش تاکہ اتحاد کے غلبہ سے یہ حال ہو جائے کہ جو بات مرید کہے وہ گویا پیر نے کہی ہو جو مرید سنے وہ گویا پیر نے سنی، جو مرید دیکھے وہ پیر نے دیکھا، جہاں مرید جائے وہاں پیر گیا، مرید کا تمام وجود قالب ہو اور پیر کا تمام وجود مرید کی جان، تب یہ قول درست ہوگا کہ میرا ہاتھ پیر کا ہاتھ ہے، میری صحبت پیر کی صحبت ہے اور میرا خرقہ پیر کا خرقہ ہے۔

نویں شرط یہ ہے کہ مرید کو دو جہان میں کوئی خواہش وضرورت نہ رہے، جب تک اس کی خواہش باقی ہے وہ ہوا کا طالب ہے مرید نہیں، مرید کو پیر کے سامنے مثل مردے کے ہو جانا چاہئیے جو غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے جدھر چاہے حرکت دے مرید اپنے پیر کی طرف کبھی خطا کا گمان نہ کرے، کیونکہ شیخ کا قول عین مقولہ حق ہے، اگر کوئی نقص معلوم ہو تو اس کو اپنی سمجھ کا قصور سمجھے، جب ادراک صحیح ہوگا تو وہی مقولہ درست معلوم ہوگا۔

دسویں شرط یہ ہے کہ جس شخص کو شیخ نے مقدم رکھا ہو اس کو مرید بھی مقدم سمجھے، اگرچہ وہ علم میں اس سے کم ہو اور یہ اعتقاد رکھے کہ جو طریق مرشد نے اختیار کیا وہی بہترین ہے۔ ملخصاً۔ (۱)

آدابِ شیخ:

شیخ اور مرید کے شرائط ذکر کرنے کے ساتھ آپ نے ان دونوں کے کچھ آداب کا بھی ذکر فرمایا، اگر مرید وشیخ ان آداب کی رعایت ملحوظ رکھے تو راہِ سلوک کے منازل بحسن وخوبی طے ہو سکتے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا:

---

(۱)- لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۲۰۸، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

مندرجہ بالا شرائط کے علاوہ شیخ کے لئے چند آداب بھی ہیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ شیخ مرید کی استعداد پر نظر کرے اور اس کی قابلیت کے مطابق اشغال تعلیم کرے اگر مرید کو درجہ مقربین تک پہنچنے اور ''درجہ خاص'' کے قبول کی لیاقت ہو تو اسے سلوک کی تربیت کرے ورنہ پہلے مواعظہ حسنہ سے ترغیب وترہیب کرے ، دوزخ وبہشت کا ذکر سنائے ، فرائض وسنن چاشت ، اشراق وتہجد وغیرہ کا شوق دلائے اس کے بعد جو شغل مناسب حال ہو بتلائے ، ایسے شخص کے لئے ذکر جہر بہت مفید ہے ، جس شخص کو مرید کے استعداد اور قابلیت کی شناخت نہ ہو اس کو مسند ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے ، اگر پہلی نظر میں یہ دریافت نہ کرے کہ مرید کا مرتبہ کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا تو اس کو شیخی جائز نہیں ، کیونکہ صوفیا لوہاروں سے کم مرتبہ نہیں ہیں جو لوہا دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ اس میں کس چیز کی صلاحیت ہے اور کون سا ہتھیار اس سے تیار ہوسکتا ہے ، مشائخ چشت کسی شخص کو مرید نہیں کرتے تھے ، جب تک اس کا احوال لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے ، مرید کی قابلیت شیخ کو کبھی اپنی فراست سے معلوم ہوجاتی ہے اور کبھی کشف والہام سے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ شیخ اموال مرید کی طمع نہ کرے اور اس سے خدمت کا طلبگار نہ ہو ، اگرچہ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے ، لیکن پیر کو خود خدمت کا متمنی نہ ہونا چاہئے ، اگر مرید یکبارگی اپنی املاک واموال ترک کرنا چاہئے تو شیخ اجازت نہ دے۔ بعض نے کہا ہے کہ مرید عالی ہمت ہو تو تمام اموال کے صرف کی اجازت دی جاسکتی ہے ، حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا کل مال خیرات کردیا تھا ، لیکن عام طور سے یہ مناسب نہیں ہے ، کیونکہ جمعیت خاطر فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو قطع تعلقات ظاہر کا غلبہ ہو تا کہ اس کے صدق ویقین کو دیکھ کر مریدوں کا عقیدہ زیادہ ہو اور ان کو بھی قطع تعلقات کا شوق ہو شیخ کے پاس کچھ فتوح آئے تو جس قدر ضرورت سے زیادہ ہو ایثار کرے اور جمع نہ کرے مشائخ نے اموال کی زیادتی سے جو ممانعت کی ہے ، اس کا یہ مطلب ہے کہ شیخ ضرورت کے موافق نقد وجنس رکھے ، حاجت سے زیادہ نہ ہو یہ مقصود نہیں ہے کہ شیخ محتاج ہو کیونکہ اس کے پاس

مریدوں اور طالبوں کی ضروریات مہیا کرنے کا سامان موجود رہنا چاہئے ، مبتدی کو کھانے پینے سے بےفکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ شیخ کا فعل قول کے موافق ہو یعنی مرید کو جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے ، خود بھی ویسا ہی عمل کرتا ہو ورنہ دوسرے نفوس میں زیادہ تاثیر نہ ہوگی اس مصلحت سے شیخ پر لازم ہے کہ جو کچھ فرماتا ہو پہلے اس پر خود عمل کرے تب دوسرے کو ہدایت کرے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ ضعیف اور کم حیثیت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہ کرائے کیونکہ صدق واردات کا بلند مرتبہ نہ ہوا تو نعمت سلوک سے محروم رہ جائیں گے۔ ابتدا میں سخت ریاضتوں سے باز رکھے ، رفتہ رفتہ فقیروں کی صحبت میں بیٹھ کر ہمت خود ہی بلند ہوجائیں گے۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ شیخ کی گفتگو ہزل اور فضول سے پاک رہنا چاہئے تاکہ مرید پر اس کی نصیحت کا اثر ہو کلام مثل تخم کے ہے جیسا گڑے گا ، ویسا ہی پھل لائے گا شیخ کو چاہئے کہ بیان معارف کے وقت خودی سے خالی ہوجائے اور مثل ناؤدان کے ہوتا کہ جو سحاب رحمت سے بارش ہو وہی دریا سے جاری ہو۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ پیر کو مرید کے کسی فعل شنیع یا صفت مذمومہ کی اطلاع ہو اور اس کی اصلاح کے لئے مواخذہ کی ضرورت معلوم ہو تو صاف الفاظ میں ممانعت نہ کرے بلکہ اشارات وکنایات سے اپنا مقصود ظاہر کرے تاکہ نصیحت بطریق حکمت ہو۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ شیخ نوافل بکثرت ادا کرے غلبۂ احوال سے اعمال صالحہ میں کمی نہ ہو اور یہ گمان نہ کرے کہ اس کو اعمال کی حاجت نہیں ، حضرت پیغمبر علیہ السلام باوجود کمال حال کے جس کا مثل ممکن نہیں رات کو اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

نواں ادب یہ ہے کہ مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے ، اگرچہ مرید کے لئے شیخ کی تعظیم بہت ضروری ہے ، لیکن اس کی توقع رکھنا شیخ کے لئے پسندیدہ نہیں ہے ، شیخ کسی

وقت مرید کے حقوق سے غافل نہ ہو صحت ہو یا مرض سفر ہو یا حضر ہر حال میں مرید سے
باخبر رہے، امراض مرید کی تشخیص کے لئے شیخ کو مثل طبیب کے ہونا چاہئیے تاکہ اس کے تمام
اعضاء کے خطرات سے آگاہ رہے۔

دسواں ادب یہ ہے کہ شیخ کی عظمت مرید کی نظر میں اگر کثرت مشاہدہ سے کم
ہونے کا خطرہ ہو تو اس سے دوری اختیار کرے، مرید کو ایسی جگہ آباد کرے جو شیخ کے مقام
سے نہ بہت دور ہو نہ بالکل نزدیک، مرید کبھی کبھی زیارت کے لئے آیا کرے اور پھر اپنے
موضع کو واپس جایا کرے تاکہ حدیث نبوی ''زرغبا تزددحبا'' پر عمل ہو تو تصوف سراسر ادب
ہے، ادب سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، مرید شیخ کی صحبت میں آداب ملحوظ رکھتا ہے
تو شیخ کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور حق سبحانہ کا منظور نظر ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ ہر روز
تین سو ساٹھ بار دوستوں کی طرف نظر رحمت کرتا ہے، مرید کی جگہ شیخ کے دل میں ہوئی تو اس
پر بھی نظر پڑتی ہے اور دولت ولایت نصیب ہو جاتی ہے۔

آدابِ مرید:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے شیخ کے آداب ذکر کرنے
کے بعد مرید کے لیے بھی دس آداب کا ذکر فرمایا ہے، چناں چہ آپ نے یوں ارشاد فرمایا:

مرید کے لئے حسب ذیل دس آداب ضروری ہیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ مرید یقین رکھے کہ فتح الباب شیخ کی ملازمت سے ہوگا اس
کے آستانہ پر جان دے یا اپنے مقصود تک پہنچے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ شیخ کے تصرفات تسلیم کرے اور وہ جو کچھ فرمائے اس پر راضی
رہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ مرید اپنا اختیار کچھ نہ سمجھے، دنیا اور آخرت کا کوئی کام بغیر
اجازت شیخ کے شروع نہ کرے، یہاں تک کہ مرید نہ کھائے نہ پیئے، نہ پہنے، نہ سوئے، نہ
لے اور نہ دے، مگر شیخ کی اجازت سے اسی طرح سے روزہ اور افطار ذکر مراقبہ اور تلاوت

(۱)- لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۲۲۴، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

وغیرہ بھی بغیر اجازت شیخ کے شروع نہ کرے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ شیخ کی جگہ بیٹھنے کا کبھی خیال دل میں نہ لائے۔ شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست — بجائے بزرگاں نیابد نشست

مرید کو چاہئے کہ جو فعل شیخ کو مکروہ ہوتا ہو اس کا اقدام ہرگز نہ کرے اور اس کے
حسن اخلاق پر اعتماد نہ کرے، کیونکہ شیخ کی نظر میں حقیر ہوا تو نقصان پہونچے گا۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ اپنے واقعات کے کشف کے لئے وہ خواب کے ہوں
یا بیداری کے شیخ کی طرف رجوع کرے اور خود ہی ان کی صحت پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ
خطا اور شک کی بہت گنجائش ہے تمام امور میں منتظر رہے کہ شیخ کی زبان سے کیا نکلتا ہے اور
یقین رکھے کہ وہ خدا کے حکم سے گویا ہوتا ہے ہوا و ہوس سے کچھ نہیں کہتا۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ شیخ کی صحبت میں آواز بلند نہ کرے، حضرت رسول ﷺ
کی مجلس میں بعض نے آواز بلند کی تھی تو ان کی تادیب کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ''یٰٓاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ'' (یعنی اے مسلمانو! اپنی آوازوں
کو آواز نبی سے بلند نہ کرو) اسی طرح اکابر کے حضور میں بھی آواز بلند کرنا ترک ادب ہے،
شیخ سے خطاب تعظیم وادب سے کرنا چاہئیے، ابتدائے زمانہ میں حضرت رسول علیہ السلام
کا اسم مبارک لوگ تعظیم وتوقیر سے نہیں لیتے تھے اور یا محمد یا احمد کہہ کر خطاب کرتے تھے،
ان کی تادیب کے لئے آیتیں نازل ہوئیں، جن کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ کو ان
کا نام یا کنیت لے کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ وغیرہ مناسب خطابوں سے یاد کرو۔
اسی طرح اپنے شیخ کا نام بھی توقیر واحترام سے لینا چاہئیے، سوائے نماز فرض کے اس کے
سامنے نفل نہ پڑھے۔ اس کے حضور میں نہ ہنسے اور سماع کے وقت جب تک بے اختیار نہ
ہو جائے، احتیاط کرے کہ کوئی بے ادبی سرزد نہ ہو۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ شیخ کے اوقات کلام سے واقفیت رکھے، جب
دنیا یا دین کی بابت کوئی سوال شیخ سے دریافت کرنا ہو تو پہلے معلوم کرلے کہ ان کو اس وقت
گفتگو کی فرصت ہے یا نہیں، دلیرانہ گفتگو کی جرات نہ کرو۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ شیخ اپنے واقعات اور کرامات پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو اور مرید کو اطلاع ہو جائے تو بغیر اجازت شیخ کے کسی سے بیان نہ کرے، جان کا خطرہ ہو تو بھی افشائے اسرار نہ چاہیئے۔

نواں ادب یہ ہے کہ اپنے سب اسرار شیخ پر ظاہر کرے، کل واردات صوری ومعنوی اور واقعات کلی وجزوی شیخ سے عرض کرے، کوئی کرامت حق تعالیٰ سے عنایت ہو تو اس کو بھی مناسب الفاظ میں شیخ سے بیان کر دے جو بھید شیخ سے چھپایا جاتا ہے اس سے مرید کے باطن میں گرہ پڑ جاتی ہے اور اس گرہ سے فتوح اور امداد شیخ کا راستہ بند ہو جاتا ہے، جو سالک اپنے واقعات شیخ سے عرض نہیں کرتا وہ گمراہ اور سرگرداں ہو جاتا ہے۔

دسواں ادب یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کا قول کسی دوسرے سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے مطابق کہے، کوئی نازک مسئلہ ہو جس کی حقیقت سننے والے کی استعداد سے باہر ہو تو وہ قول بیان نہ کرنا چاہیئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسانوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کرو، مرید کو یہ بھی لازم ہے کہ شیخ کی طرف پشت نہ کرے، ادھر پاؤں نہ پھیلائے اس کے سامنے بیٹھے مگر تیز نظر نہ کرے، اکثر اوقات پست اور زانو پر نظر کرے وظائف اور نوافل میں بھی مشغول نہ ہو کیونکہ مشغولی پیر کے چہرے کی زیارت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ *ملخصاً*

ذکر کے شرائط وآداب اور انواع واقسام

ذکر کی کثرت کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مختلف مقامات پر ہے، اللہ عزوجل اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے ہمیں ذکر کی تعلیم دی ہے اور اس کی اہمیت کو بھی واضح فرمایا ہے، ذکر الٰہی کے دنیا وآخرت میں بے شمار فائدے ہیں، ذکر کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور انسان کی روح کو روحانی غذا ملتی ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے ذکر کے شرائط وآداب

(۱) - لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۲۷۷ تا ۳۱۱، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی)

اور اس کے انواع واقسام کو بالتفصیل بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ذاکر کے لیے ضروری ہے کہ ذکر کے شرائط اور آداب کی بھر پور رعایت کرے، اگر آداب اور شرائط کے ساتھ ذکر کیا جائے تو ذکر سودمند اور نفع بخش ثابت ہوگا اور ذاکر پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ چناں چہ ذکر کی تعریف اور اس کے شرائط وآداب کو شمار کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

ذکر کی تعریف:

قال الاشرف الذکر عبارۃٌ عن المداومۃ علی الکلمۃ الطیبۃ.

حضرت جہانگیر سمنانی نے فرمایا ذکر نام ہے کلمۂ طیبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

شرائط ذکر:

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے چنداں سودمند نہیں ہوتا، اس لئے میں سب سے پہلے اس کے چند شرائط بیان کرتا ہوں، ان شرائط کو پورا کیا جائے تا کہ ذکر اور فکر کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔

اول: شرط یہ ہے کہ مرید کواردات میں صادق ہونا چاہیئے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو جیسے پیر پر عاشق ہو۔

دوم: یہ کہ اس میں درد طلب ہو اور راہِ سلوک کا پورا پورا جذبہ ہو۔

سوم: یہ کہ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو۔

چہارم: شرط یہ ہے کہ جب ذکر کو مستقل اور ہمیشہ کے لئے اپنائے اور اختیار کرے تو اس کی بنیاد پختہ اور استوار توبہ پر رکھے، تمام گناہوں سے باز رہے۔

یہ شرائط جو بیان کی گئی ہیں اگر ان کی مخالفت کی جائے گی تو ذکر کا تصرف زیادہ نہیں ہوسکتا۔

آداب ذکر:

ذکر کے شرائط کو شمار کرنے کے بعد حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس

سرہ نے ذکر کے درج ذیل آداب کو بیان فرمایا:

پہلا ادب: پہلا ادب ذکر تو یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے، اگر غسل کر سکے تو اور بھی بہتر ہے، کہ دوست کا ذکر کرتے وقت اعدائے کفار نفس سے مقابلہ ہے اور بغیر ہتھیار کے مقابلہ دشوار ہوتا ہے

دوسرا ادب: دوسرا ادب یہ ہے کہ کپڑے پاک پہنیں، سنت کے اعتبار سے لباس کی پاکیزگی کی چار شرطیں ہیں (۱) نجاست سے پاکی (۲) مظلما سے پاکی (وہ لباس جو کسی سے بالجبر وظلم حاصل نہ کیا ہو) (۳) حرمت سے پاکی، یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو (۴) تکبر اور رعونت سے پاکی (یعنی کوتاہ) ہو، جیسا کہ ارشاد ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اَیْ فَقَصِّرْ اور اپنے کپڑے پاک رکھیے یعنی کوتاہ رکھیے۔

تیسرا ادب: تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو، پاک و صاف ہو، چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے، چنانچہ گوشہ نشیں گنجا نے فرمایا ہے:

سکندر بتاریکی آورد رائی — کہ خاطر بتاریکی آید بجائی
نہ بینی کزین قفل زرین کلید — بتاریکی آرند جوہر پدید

ترجمہ: سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا، کیوں کہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے، تو نے نہیں دیکھا کہ اس سنہری چابی والے تالے سے تاریکی میں جوہر ظاہر ہوتے ہیں، اگر قدر خوشبو (عود لوبان وغیرہ) بھی جلائی جائے تو زیادہ اچھا ہے۔

چوتھا ادب: چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے، اور ہر وقت مربع ہو کر بیٹھنا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے، کہ حضرت کونین ﷺ نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مربع صورت میں تشریف فرما ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔

ذکر کا بہتر وقت رات ہے، خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تصرف عالم محسوس میں نہیں رہتا، جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ

باطن کی طرف زیادہ کی جا سکتی ہے

چوں فارغ گشت مرد از کار محسوس — شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ: محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے۔

اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کر سکتا ہے، یہی سبب تھا کہ بارگاہ الٰہی سے یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ کا خطاب سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوشہ مبارک میں پہونچا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لئے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا، کہ اے کمبل پوش رسول رات کے وقت اٹھئے اور اس طرح بیدارئ شب کی خلعت آپ کے قد زیبا کو پہنائی گئی۔

ذکر کے اقسام:

شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہٗ نے ذکر کے اقسام کے بارے میں حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: کہ ذکر چار قسم کا ہے۔

(۱) ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ (۲) دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو، شکر زبان دل کا ترجمان ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے، لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے، یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ (۳) تیسرا وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ (۴) چوتھے وہ کہ دل ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے، یہ حقیقت ذکر ہے کہ دل بولے اور زبان چپ رہے، یہ انتہائی مقام (ذکر) ہے، اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے، جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے، اسی طرح یہاں دل ذاکر ہوتا ہے کان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے، یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے (ملخصاً)۔[1]

(۱)- لطائف اشرفی، جلد اول، صفحہ ۳۹۸، ۳۹۹، مطبوعہ کراچی

حیرت اور اس کے اقسام

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے حیرت اور اس کے تمام اقسام کی بھی بڑی وضاحت کی، ذیل میں اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

حیرت کی تعریف:

تحیر کے لغوی معنیٰ سرگشتہ ہونے اور گم ہوجانے کے ہیں ''المتحیر لم یکن لہ مخرجُ من امرہ یمضی وعادالیٰ حالہ (یعنی متحیر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کرسکے) اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفات افعالی کا کشف حاصل ہوجائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہوسکتا ہے لیکن متحیر کو چونکہ صفات ذاتی کا کشف ہوتا ہے جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکت الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کردیا جاتا ہے اس لئے وہ ازخود اپنی اصل حالت پر نہیں آسکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔

حیرت مذموم اور حیرتِ محمود:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا: کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی، پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے، دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہل کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے، وہ حیرت جو اہل فکر و دلیل کا خاصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لئے دعا کی ہے ''ربِّ زِدنِي تَحَيُّراً'' یعنی اے میرے رب میرے تحیر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے، وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحاب کشف و عرفان کے عقیدے کے، جبکہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہوچکی ہو اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے، تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، عقل کا شکرہ جب عالم توحید میں پرواز کرتا

ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا، متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن درحقیقت اس کا باطن شک و شبہ میں آلودہ ہوتا ہے۔[۱]

ولایت اور اس کے اقسام

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے ولایت کی بہت ہی جامع اور تصوفانہ تعریف کی ہے اور اس کے اقسام کو بیان فرمایا ہے اور اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ ولایت عامہ میں تمام اہل ایمان مشترک ہیں اور ولایت خاصہ ارباب سلوک اور واصلان حق کے ساتھ مختص ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ولایت کی تعریف:

قَالَ الأَشرَف : الولاية هى قيام العبد مع البقاء بعد الفناء واتصافه بصفة التمكين والصفا .

ترجمہ: حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے فرمایا بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفت تمکین و صفا سے ولایت ہے۔

ولایت ولا سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ قرب کے ہیں

ولایت کے اقسام:

ولایت دو طرح ہے:

(ا) ولایت عامہ: ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے، ولایت عامہ کو لطف الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق سبحانہ وتعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے اُن کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرمادیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہوگئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ'' (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو وہ تاریکی سے روشنی میں نکال کر لایا)۔

(ا) - لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۱۹، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

ولایت خاصہ:

ولایت خاصہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کے لئے مخصوص ہے ''وَهِیَ عِبارَةٌ عَن فَناء العَبد فِي الحَق وَ بَقَائِهِ. قَالوُا اَلوَلیُّ هُوَالفَانِي فِیهِ وَالباَقِي بِهِ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو) ملخصاً[1]

اختیار اور اس کے اقسام

اختیار وارادہ کا مسئلہ بھی متکلمین کے درمیان ایک اہم مسئلہ ہے، جس کی تفصیل کتب عقائد میں ہمیں ملتی ہے، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے اس مسئلہ کو بھی خوبصورت مثالوں اور عمدہ حکایات کی روشنی میں واضح فرمایا ہے اور اس کی دونوں قسمیں اختیار حقیقی ومجازی کو بیان کیا ہے، نیز ایک خوبصورت حکایت کے ذریعے اس کی بہترین وضاحت فرمائی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اختیار کلی صرف اللہ رب العزت کو حاصل ہے، وہی مختار حقیقی ہے، انسان کو مجازی طور پر اختیار دیا گیا ہے، ذیل میں اس کی پوری تفصیل ہدیہ ناظرین ہے:۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اختیار دو طرح کا ہوتا ہے، ایک مجازی اور دوسرا حقیقی، اختیار مجازی کی نسبت مخلوق سے ہے اور اختیار حقیقی کی نسبت حق تعالیٰ سے ہے۔

مسئلہ اختیار کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے یوں ارشاد فرمایا:

متکلمین نے مسئلہ اختیار کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ صوفیا کی بنسبت اس مسئلے کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے، (علمائے حقہ نے) اختیار کے مسئلے میں حد سے بڑھ جانے کے لئے منع کیا ہے، بہر حال تصوف کے کل عقائد میں سے مسئلہ اختیار کا جاننا ضروری ہے، نیز ایک صوفی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقیدۂ حافظیہ سے واقف ہو۔آپ نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار کی تشریح خاص طویل ہے، تاہم ایک تیز

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۵۳، مترجم پروفیسر لطیف اللہ، مطبوعہ کراچی

طبیعت شخص مندرجہ ذیل حکایت سے (اس مسئلے کی حقیقت) معلوم کر سکتا ہے۔

انمول حکایت:

بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کاغذ سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو سفید تھا سیاہ کیسے ہو گیا۔کاغذ نے جواب دیا یہ بات روشنائی سے معلوم کرو کہ اس نے کس بنا پر میرے چہرے کو سیاہ کیا۔روشنائی بولی کہ میں تو دوات کے اندر تھی اور قطعی طور پر میرا باہر آنے کا خیال نہ تھا کیوں کہ میں (دوات کے) تیرہ وتاریک گوشے سے مانوس ہو گئی تھی، قلم سے دریافت کیا جائے کہ اس نے فضول کی ہوس کی اور ظلم اختیار کرتے ہوئے مجھے گھر سے باہر نکالا۔قلم نے کہا یہ بات ہاتھ سے پوچھو جس نے مجھ پر جبر کیا اور مجھے جنگل سے باہر لا کر جڑ بنیاد سے اکھاڑا، پھر میرا سر چاقو سے پارہ پارہ کیا اور گردن اڑا دی، میرے سینے میں شگاف ڈالا اور (دوات کی) تاریکی میں ڈال دیا، اس قدر زخم مجھے دیئے اور اب میرے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے۔سائل نے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا، ہاتھ نے جواب دیا کہ مجھ میں کھال،ور ہڈی کے سوا کچھ نہیں ہے، میری حیثیت یہی ہے کہ کھال اور ہڈی سے ترتیب دیا گیا ہوں، کھال اور ہڈی کسی پر ظلم کرنے کے قابل نہیں ہوتی (کیوں کہ) وہ خود سے حرکت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، مجھے دست قدرت نے حیران کیا۔جب دست قدرت سے دریافت کیا گیا تو دست قدرت نے کہا تم لوگ (اکثر دوسرے کو) ملامت کرنے کے عادی ہو (اصل) محرک سے دریافت کرو اور وہ ارادہ ہے۔ جب ارادے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ حضرت دل نے میرے پاس قاصد علم بھیجا اس نے عقل کی زبان میں مجھے حکم دیا کہ دست قدرت کو ہلاؤ، جلاؤ اور متحرک کرو، میں بحالت اضطراب دست قدرت کو حرکت میں لایا، کیوں کہ میں سدا کا حیرت زدہ ہوں اور مجھ پر علم وعقل ہمیشہ غالب رہتے ہیں، میں کسی پر حکم نہیں چلاتا، جب مجھے دل کی جانب سے حکم ملتا ہے تو میں اسے بجالاتا ہوں، آپ مجھ پر غصہ نہ ہوں۔بالآخر علم، عقل اور دل سے حقیقت دریافت کی گئی، عقل نے کہا میں ایک چراغ ہوں، چراغ خود بخود روشن نہیں ہوتا جس نے مجھے روشن کیا ہے اس سے معلوم کرو۔دل نے کہا میں محض صورت ہوں اور خود سے

خارج میں نہیں آیا مجھے اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ اپنے آپ میں رہوں، جلائے ہوئے اور بنائے ہوئے کا حال جلانے والے اور بنانے والے سے پوچھنا چاہئے۔علم نے کہا کہ میں لوحِ دل پر تحریر کردہ ایسا نقش ہوں (جس سے) بہت سے نقوش پیدا ہوتے ہیں، حقیقت قلم سے معلوم کرو کیوں کہ میں اپنے باطن میں ایک تحریر دیکھتا ہوں، ظاہر ہے کہ یہ قلم کا کام ہے، کیوں کہ بغیر قلم کے کوئی تحریر وجود میں نہیں آتی۔ سائل نے کہا کہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ قلم محض نرکل ہے، لوح صرف لکڑی ہے، تحریر سیاہی ہے اور چراغ صرف آگ ہے (مجھے میرے سوال کا جواب دو) تب علم نے کہا اے شخص جان لے یہ تمام گفتگو قیل وقال سے زیادہ نہیں، حقیقت وہی جانتا ہے جو صاحب حال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے 'قل کل من عنداللہ' (آپ فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔[1]

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس مثال کے ذریعے سے آپ نے یہ تعلیم دی کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ کل اختیار اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، فاعل حقیقی وہی ہے، مالک حقیقی وہی ہے اور رازق حقیقی بھی وہی ہے، انسان مجازی طور پر ان چیزوں کا مالک ہے اور اسے ان پر اختیار دیا گیا ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور بندہ حقیقت میں وہی بندہ ہے جو اسے اختیار کرے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اختیار کیا ہے۔

عشق کی تعریف اور اس کے مختلف اقسام

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے مسائلِ عشق جن کا جاننا تصوف میں ضروری ہے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور عشق کی تعریف اور اس کے مختلف اقسام کو واضح کیا ہے، نیز ارادت، خدمت، موافقت، رضا اور عشق کی حقیقت کو واضح کیا ہے، اس کی پوری تفصیل حسب ذیل ہے، چنانچہ آپ نے عشق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

(۱)- لطائف اشرفی مترجم، حصہ دوم، صفحہ ۱۲، مطبوعہ کراچی پاکستان

عشق کی تعریف:

العشق ذات البحت والغیبة والھویة والضیاء وفی اصطلاح العوام افراط المحبت.

ترجمہ: عشق ذاتِ خالص، غیبت، ہویت اور روشنی ہے اور اصطلاح عوام میں محبت کی زیادتی ہے۔

عشق کے مختلف اقسام:

آپ نے ارشاد فرمایا: جان لینا چاہئے کہ عشق کے کئی درجات ہیں۔عشق کا پہلا درجہ ارادت ہے پھر خدمت اس کے بعد موافقت ہے، اس کے بعد رضا ہے، جس کی حقیقت محبت ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، معشوق کے انعام سے اور معشوق کی رویت سے پہلی عام ہے اور دوسری خاص ہے۔

جب محبت کمال کو پہنچتی ہے تو شوق ہے، جب حقیقت استغراق تک پہنچتی ہے تو اس کا نام عشق رکھا گیا ہے، عشق کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم **عشق الٰہی** ہے، یہ مقامات کی انتہا ہے، سوائے اہل مشاہدہ وتوحید اور اہل حقیقت کے کسی کو حاصل نہیں ہوتا اور ہونا بھی نہیں ہے۔

(۲) عشق کی **دوسری قسم عقلی** ہے، اس کا تعلق عالم مکاشفات وملکوت سے ہے، یہ اہل معرفت کا حصہ ہے۔

(۳) عشق کی **تیسری قسم روحانی** ہے، یہ انسانوں میں خواص کا حصہ ہے، جب وہ انتہائی لطافت تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۴) عشق کی **چوتھی قسم طبعی** ہے جو عام مخلوق کو حاصل ہے۔

(۵) عشق کی **پانچویں قسم بہائمی** ہے، جو ذلیل انسانوں کو حاصل ہے۔[1]

(۱)- لطائف اشرفی مترجم، جلد سوم، صفحہ ۵۶ ۳، مطبوعہ کراچی پاکستان

محبت کے اسباب اور محبت کرنے والوں کے طبقات:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے محبت کے اسباب کا ذکر فرمایا ہے اور محبت کے پانچ اسباب شمار کرنے کے بعد اس بات کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے کہ ان اسباب و وجوہات کی بنیاد پر انسان ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو جو ان سارے اسباب کا خالق ہے، تمام کمالات کا جامع ہے، ہمارا وجود و بقا جس پر منحصر ہے، محسن و منعم حقیقی ہے، مسبب الاسباب ہے اور بے علت و بے استحقاق یہ سارے اسباب پیدا کئے ہیں وہ ہماری محبت کے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

محبت کے اسباب پانچ ہیں، **اول محبت** اپنے نفس اور اپنے وجود اور بقا کی ہے، اس محبت سے کوئی خالی نہیں، ہر شخص اپنے وجود کی بقا چاہتا ہے، نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کی فکر میں رہتا ہے، مگر غور کرو کہ جب اپنے وجود اور بقا کی محبت انسان کے لئے ضروری ہے تو اس وجود کے بنانے والے اور باقی رکھنے والے سے ضرور محبت ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص گرمی کی تکلیف سے درخت کے سائے میں جائے اور اس سایہ کو دوست رکھے تو مقدم دوستی درخت کی ہے، جس کی بدولت سایہ ہے۔

دوسری محبت احسان کرنے والے نعمت دینے والے کی ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ محسن اور منعم کا پیدا کرنے والا حضرت حق سبحانہ ہے جب وہ منعم کے دل میں ڈالتا ہے کہ فلاں شخص کو نعمت دو تب وہ دی جاتی ہے اور جب تک حق اس کو نعمت دینے کے لئے مضطر نہیں کرتا وہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتا تو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ہر محسن اور منعم سے زیادہ محبت کا مستحق ہے۔

تیسری محبت صاحب کمال کی ہے، جس شخص کو کسی علم یا فن میں کمال ہوتا ہے مثلاً عالم ہو، سخی ہو، متقی ہو تو اس کے ساتھ محبت ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ وہ درگاہ جو تمام کمالات کی جامع ہے اور جہاں سے عام علوم اور فنون کا فیضان ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ محبت کا مستحق ہے۔

چوتھی محبت صاحب جمال کی ہے، لیکن ظاہری خوبصورتی ایک عاریتی چیز ہے

اور عکس اور خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جو مٹی اور پانی کھال اور گوشت کے پردے سے ظاہر ہوتی ہے اور خفیف عارضہ سے متغیر ہوجاتی ہے، پس محبت کے قابل وہ ہے جس میں تمام ممکنات حسن اسی کے انوار جمال کا پرتو ہے اور اس کا ظہور کسی صورت کا مقید نہیں ہے، پس وہی جمیل محبت کے لئے اولی ہے۔

پانچویں محبت تعارف روحانیہ کی ہے اور یہ مناسبت مزاج میں اشتراک کی وجہ سے ہوتی ہے، جبکہ ان دونوں کا مزاج اعتدال کے کسی درجہ میں واقع ہوا ہو جب وہ مزاج ایک درجہ کے ہوتے ہیں یا ایک درجہ دوسرے کے قریب ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان محبت پیدا ہوجاتی ہے، یہ اسباب موجب محبت حضرت مسبب الاسباب کے پیدا کئے ہوئے ہیں، لہٰذا حضرت حق سبحانہ جنہوں نے بے علت اور بے استحقاق کے وہ اسباب پیدا کئے محبت کے لئے اولی ہیں۔ (۱)

ارباب محبت کے طبقات:

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے محبت کرنے والے لوگوں کے مختلف طبقات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک کے اوصاف کو بیان کیا ہے، آپ نے ارباب محبت کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) پہلا طبقہ روشن دلوں کا ہے، جن کی پاک روحوں پر شہوت کے میل کچیل کا کوئی اثر نہیں ہے اور پاک صاف ہوچکی ہیں، ان کے قلوب بھی پاک ہیں اور طبیعت کی آلودگی سے مبرا ہوچکے ہیں۔ یہ حضرات مظاہر خلق میں حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی شئی کا مشاہدہ نہیں کرتے اور آئینہ کائنات میں صرف جمال مطلق کو دیکھتے ہیں، یہ حضرات کیفیت عشق میں خود کو پسندیدہ شکلوں اور زیبا صورتوں میں مقید نہیں کرتے بلکہ کائنات عالم میں جو صورت ان کے سامنے آجائے، اس میں حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طبقہ پاک بازوں کا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان کا نفس ریاضت ومجاہدے کے باعث کثرت کے وہم انحراف ظلمت اور طبیعت کی کدورت سے صاف

(۱)- لطائف اشرفی، مترجم جلد سوم، صفحہ ۶۲-۶۱ ۳، مطبوعہ کراچی پاکستان

ہوجاتا ہے، اگر چہ یہ رذائل کلی طور پر زائل نہیں ہوتے (وجہ یہ ہے کہ) بغیر کسی مظہر کے مجرد حقائق کا ادراک اشیائے کائنات کے مناسب حال حاصل نہیں ہوتا تو (آخرکار) خوامخواہ ظاہری حسن کے توسط سے انسانی مظہر کی حس (جو مظاہر میں کامل ترین مظہر ہے) ان کے باطن میں آتشِ عشق اور سوزشِ شوق کا شعلہ بھڑکا دیتی ہے، رفتہ رفتہ احساسات جن سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے جل جاتے ہیں اور جن سے اتحاد پیدا ہوتا ہے قائم ہوجاتے ہیں اور (انسانی مظہر سے) حسی تعلق ومیلان ختم ہوجاتا ہے اور (اسی) مقید ظاہری حسن سے جمال مطلق کی حقیقت عیاں ہوجاتی ہے، ان پاک بازوں پر مشاہدات کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، نتیجتاً مجازی اور عارضی عشق کا رنگ اڑ جاتا ہے اور حقیقی محبت کا رنگ پکا ہوجاتا ہے۔

(۳) تیسرا طبقہ ان گرفتاروں کا ہے جو اس راستے میں آگے نہیں بڑھتے بلکہ حجابات میں گھرے رہتے ہیں، اسی باعث بعض بزرگوں نے ان احوال سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے ''نعوذ باللہ من السکر بعد التعرف و من الحجاب بعد التجلی''، یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں شناسائی کے بعد غفلت سے اور تجلی کے بعد حجاب سے۔ ان کا یہ رویہ اس اعتبار سے حجاب ہے کہ ظاہری حسن رکھنے والے صورت سے جو بلا شبہ صفت حسن سے موصوف ہے آگے نہیں بڑھتے حالانکہ انھیں محدود کشف وشہود میسر ہوتا ہے، (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر ایک صورت سے وہ حسی تعلق ومیلان منقطع ہوتا ہے تو دوسری صورت سے جو پہلی صورت سے حسن میں بہتر ہوتی ہے وابستہ ہوجاتے ہیں اور اسی کشمکش کے عالم میں رہتے ہیں (کسی حسین) صورت سے یہ حسی میلان وتعلق دراصل دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ سے دوری، حرمان فتنے اور رسوائی کی ابتدا ہے ''اعاذ نا اللہ وسائر الصادقین من شر ذالک (اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ صادقین کو اس برائی سے محفوظ رکھے)۔

(۴) چوتھا طبقہ (گناہ میں) آلودہ لوگوں کا ہے، ان کا نفس امارہ مرا نہیں ہے، ان کی آتش شہوت بھی ماند نہیں پڑتی اور یہ جبلت کی انتہائی پستی میں گر جاتے ہیں اور حیوانیت کے جہنم میں پڑے رہتے ہیں، ان کی ذات سے عشق ومحبت کا وصف معدوم

ہوجاتا ہے اور لطافت کی خوبی ان کے باطن میں چھپ جاتی ہے، انھوں نے محبوب حقیقی کو بالکل فراموش کر دیا ہے اور مجازی محبوبوں کی آغوش میں ہاتھ ڈالے ہوئے آرزوئے طبیعت کو تسکین پہونچاتے ہیں اور انھوں نے نفس کی بے جا خواہشوں کا نام عشق رکھا ہے۔

مراتب محبت میں **ادنیٰ ترین درجہ شہوت پسندی کے آثار** ہیں، یہ رجحان ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جنھیں ذوق نفس اور قید طبیعت سے رہائی نہیں ملتی اور ان کے ذوق ادراک کے صحن پر کشف ومشاہدے کی تجلی نہیں چمکی، مراد نفس کے سوا کوئی مقصود ان کی نظر میں نہیں ہوتا اور نہ کوئی ان کا مطلوب ہے۔[1]

☆☆☆

(۱) - لطائف اشرفی مترجم، جلد سوم، صفحہ ۳۵۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

تعلیمات وارشادات

صوفیاء کرام کی تعلیمات وارشادات اوران کے قیمتی ملفوظات وفرمودات،علوم ومعارف،اسرار وحقائق کے انمول خزانے ہوا کرتے ہیں،علم وحکمت،حقیقت ومعرفت اور رشدوہدایت سے متعلق ان میں ایسی قیمتی اوراہم معلومات ہوتی ہیں جونسل انسانی کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہیں بلکہ ایک کامیاب زندگی کی ان میں ضمانت ہوتی ہے،یہی وجہ ہے کہ شب وروز اورسفر وحضر میں ان کی زبان فیض ترجمان سے درس وحکمت اور پند ونصیحت کی جو باتیں صادر ہوئیں ہر دور میں وہ محفوظ ومرقوم کی گئیں اورآج زمانہ ان سے فیضیاب ہورہا ہے،حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی ’’انیس الارواح‘‘،حضرت شیخ بندہ نواز گیسودراز کی ’’جوامع الکلم‘‘،حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ’’دلیل العارفین‘‘حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر کی ’’اسرارالاولیاء‘‘،حضرت خواجہ نظام الدین اولیامحبوب الٰہی کی ’’فوائد الفواد‘‘،حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی کی ’’خیرالمجالس‘‘،حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری کی ’’معدن المعانی‘‘،حضرت شیخ دانیال قطری کی ’’مقاماتِ حضرویہ‘‘اورحضرت شیخ حمیدالدین ناگوری کی ’’سرالصدور‘‘اس کی اہم مثالیں ہیں۔

حضرت مخدوم سیداشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے ملفوظات اور ارشادات وتعلیمات بھی صوفیانہ مباحث،عارفانہ حکایات،اسلامی روایات،ایمان افروز واقعات، روحانی فرمودات کاایک قیمتی ومستند ذخیرہ ہے جو ہرعام وخواص کوتصوف وسلوک اوراحسان ومعرفت کی روحانی دعوت دے رہاہے،آپ کے ان روح پروراورایمان افروزملفوظات کو آپ کے مرید وخلیفہ اورشاگرد خاص حضرت نظام یمنی قدس سرہٗ نے مرتب فرمایا ہے جو لطائف اشرفی کے نام سے اہل علم کے درمیان متعارف ہے،آٹھویں صدی ہجری میں

مرتب کی گئی یہ کتاب تصوف کی مختلف جہات اورموضوعات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت کی حامل ہے،جس کی تصدیق وتوثیق خودسید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

ذیل میں اسی لطائف اشرفی کے حوالے سے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی تعلیمات وارشادات کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں،جن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سیداشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ان تعلیمات کی اہمیت اورعصر حاضر میں ان کی افادیت کس قدر ہے بلاشبہ ان تعلیمات کواپنی زندگی کا حصہ بنائے بغیر کوئی بھی شخص دین ودنیا کی سرخروئی حاصل نہیں کرسکتا۔

علم کیاہے:

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے فرمایا: العلم بیضا زہراء وسائر الفنون ذراتھا،حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایاعلم ایک چمکتاہوا آفتاب ہےاورتمام ہنراور پیشےاس کے ذرے ہیں۔[۱]

علم فقہ کی اہمیت:

آپ نے فرمایا:اگرکسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہئے کہ علم فقہ کے حصول میں مشغول رہے کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔[۲]

علم عقائد کی اہمیت:

حضرت عبدالرزاق نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبریٰ کے حضور عرض کیا کہ: طالب حقیقت کے لئے ان علوم کثیرہ میں کون ساعلم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اورایمان کے پہچان لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پرواجب ہے وہ تمام عقائد حقہ،شریعت وطریقت کا جان لینا ہےاورعبادت کا جاننا ہر درویش پرفرض

(۱)-لطائف اشرفی اردو،جلداول،صفحہ ۱۳،مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو،جلداول،صفحہ ۱۸،مطبوعہ کراچی پاکستان

ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے ’’ادبوا ثم فقھوا ثم اعتزلوا واعملوا‘‘ پہلے ادب سیکھو پھر علم دین حاصل کرو بعد ازاں عزلت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو۔[1]

عالم بےعمل:

آپ نے فرمایا: ’’عالم بےعمل ایسا ہے کہ جیسا آئینہ بےقلعی کے کیوں کہ جب تک علم کے آئینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال ومقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھے گی، علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کی نجات کا سبب ہوگا، مواخذہ آخرت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کر لینا کافی ہے، علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ اعتقاد نہایت خراب اور فلسفیوں کا مذہب ہے، سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم تو حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔‘‘[2]

صوفیا کی تالیفات وتصنیفات مطالعہ کرنے کے طریقے:

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

صوفیاء کی تالیفات وتصنیفات ملاحظہ کرنے کے وقت چار چیزوں کی رعایت کرنا چاہئے:

اول: یہ کہ کسی نفسانی غرض سے ان کتابوں کا مطالعہ نہ کرے، یعنی طبیعت کا ملال دور کرنے، دل بہلانے کے لئے یا اپنی معرفت ظاہر کرنے کو حکایات وروایات یاد کرنے کے لئے یا شکوک واعتراضات کے مقامات تلاش کرنے کے لئے ان کتابوں کو دیکھے تو کوئی نفع حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ ان کا مطالعہ محض طلب حق وارشاد طریق کے لئے ہونا چاہئے۔

دوم: دوسری رعایت یہ ہے کہ مطالعہ کے وقت اعتدال کا لحاظ رکھے اور تھکن شروع ہونے سے پہلے مطالعہ بند کر دے، تاکہ نفس پر ظلم نہ ہو اور فہم خراب نہ ہو جائے۔

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۳، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۵، مطبوعہ کراچی پاکستان

سوم: تیسری رعایت یہ ہے کہ ظاہری معنیٰ پر قناعت نہ کرے اور جانے کہ جس طرح کلمات نبوی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اسی طرح سالکوں کا ہر قول بھی ظاہر وباطن رکھتا ہے، تصوف ومعرفت کے کلمات عرفان کے سمندروں میں سے ایک سمندر ہے اور وجدان کے معدن جن سے موتی ومرجان نکلتے ہیں، مثلاً شیخ سعدی کے بعض اشعار کے ظاہری معنیٰ بہت صاف ہیں، مگر جس قدر زیادہ غور کرو اتنا ہی لطف وفائدہ بڑھتا جائے گا، ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

نہ ہرجائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن
دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار — کہ پیدا نہ شد تختہ برکنار

چہارم: چوتھی رعایت یہ ہے کہ کسی مطلب کے سمجھنے میں دیر لگے تو اس مشقت کا تحمل نہ کرے اور صابر رہے کہ بتدریج مقصود تک پہنچے، اگرچہ کلمات مشائخ اور حکایات صالحین موثر ہیں لیکن جب تک ان کی سیرت کی پیروی نہ کرے مقصد وصول تک نہیں پہونچ سکتا۔[1]

حکما اور فلاسفہ کی باتیں:

آپ نے ارشاد فرمایا: حکما اور فلاسفہ کی کتب معقولات میں جس انداز سے مسائل بیان کئے گئے وہ تین طرح کے ہیں۔ اول وہ باتیں جو کتاب وسنت کے موافق ہیں انھیں قبول کر لینا چاہئے، دوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں، سوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے نہ موافق ہیں نہ مخالف، ان کے ردّ کرنے یا تسلیم کرنے میں کوئی نقصان نہیں، بنابریں ان کی عقلیات میں جو کچھ ہے اسے علی الاطلاق نہ ردّ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی ضرورت ہے۔[2]

ضرورتِ شیخ:

آپ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کو دولت سلوک سے بہرہ مند کرنا چاہتا

(۱)-نظام یمنی، لطائف اشرفی اردو، صفحہ ۳۳۳، ج اول، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی مترجم، حصہ سوم، صفحہ ۴۲۰، مطبوعہ کراچی پاکستان

ہے تو پہلے عقیدت کسی پیر کامل کی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے، موافق ارشاد حق تعالیٰ کے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور بموجب اس کے کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہے جیسے نبی امت کے لئے ہوتا ہے، پھر وہ کسی شیخ کامل کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے اور کسی با کمال درویش کے نقش قدم پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "یعنی اس نے اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لی" اس سے مراد یہی ہے کہ دست ارادت کو کسی پیر کامل کے دامن سے وابستہ کیا جائے اور اس کی ہدایت کے متبرک راستے میں قدم رکھا جائے۔ (۱)

فقرا کی تعریف:

آپ نے ارشاد فرمایا: فقرا وہ لوگ ہیں کہ اسباب و اموال دنیویہ میں سے کوئی چیز ان کی ملک میں نہ ہو اور فضل الٰہی کی طلب میں سب کو ترک کر دیا ہو، ان کا یہ ترک تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے ہوتا ہے۔ اول تخفیف حساب کی امید یا عذاب کا خوف، کیونکہ حلال کے لئے حساب لازم ہے اور حرام کے لئے عذاب، دوم فضل و ثواب کی امید اور جنت کے دخول میں پہل کا استحقاق، کیوں کہ فقرا اغنیا سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، سوم دل کی آسودگی و فراغت کی طلب، تا کہ دل کی حضوری کے ساتھ طاعات میں کثرت کر سکیں۔ (۲)

صوفی کس کو کہتے ہیں:

آپ نے ارشاد فرمایا: صوفی وہ ہے جو صفات الٰہیہ سے سوائے صفت وجوب (واجب الوجود) اور قدم کے موصوف ہو۔ (۳)

صوفی کے اقسام و مراتب:

آپ نے ارشاد فرمایا: مراتب طبقات مردم (ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے) تین ہیں۔ اول مرتبہ واصلین و کاملین کا ہے اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے،

(۱)- سید اشرف جہانگیر سمنانی۔ مکتوبات اشرفی مترجم، حصہ اول، مطبوعہ قومی پریس کانپور، صفحہ ۱۵
(۲)- لطائف اشرفی، مترجم جلد دوم، صفحہ ۴۲، مطبوعہ دانش بک ڈپو فیض آباد
(۳)- لطائف اشرفی، مترجم حصہ اول، صفحہ ۱۱۵، مطبوعہ کراچی پاکستان

دوسرا مرتبہ سالکوں کا ہے جو طریقہ کمال پر گامزن ہیں، یہ طبقہ وسطیٰ ہے، مرتبہ سوم مقیمان کا ہے جو ناقص ہیں یہ سب سے نچلا طبقہ ہے، حضرات واصلین مقربوں اور سابقوں میں شامل ہیں اور سالک حضرات، ابرار و اصحاب و یمین ہیں اور کوئے نقصان میں قیام کرنے والوں کو مقیمان کہتے ہیں، یعنی صاحبان نقصان، یہ اصحاب الشمال ہیں۔ (مصدر سابق)

بچپن میں بیعت:

آپ نے ارشاد فرمایا: بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرا دیں، ایسی ارادت جائز ہے، اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر کرنا چاہئے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور اسی ہوش مند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا، اس پر جبر کیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے، پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں، اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر ہونا چاہئے جس کا تعلق ولی سے ہے، جب کمسن کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کر دیا ہے تو بلوغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے، پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کرا دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے۔ (۱)

عورتوں کی بیعت:

آپ نے ارشاد فرمایا: مشائخ صوفیا نے عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے، عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے "بے شک جب حضور نبی کریم ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں پھر رسول اکرم ﷺ اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ

(۱)- لطائف اشرفی مترجم، حصہ اول، صفحہ ۵۰۰، مطبوعہ کراچی پاکستان

کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں۔

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔ اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے، عورت کو مرید کرتے وقت نماز، روزہ کی تاکید کرنی چاہئے اور شوہر کی رضا جوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زیب و زینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے، شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی ورد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔(۱)

ولی کون ہے:

آپ نے فرمایا: تحقیق ولی کے دو معنیٰ ہیں، ایک فعیل کے وزن پر بمعنیٰ مفعول یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِين'' (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا، ایک لحظہ کے لئے بھی، اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنیٰ فعیل بمعنیٰ فاعل ہیں، یعنی وہ ضمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی، اس کی اطاعت اور عبادت کا اور اس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے، بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے، پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں، تاکہ ولی ولی بن جائے، یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام وکمال قائم ہوجانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اس کا محافظ ہونا، خواہ خوشی ہو یا رنج۔(۲)

اتباع رسول شرطِ ولایت ہے:

آپ نے فرمایا: کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا قولاً، فعلاً اور از روئے اعتقاد تابع ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی'' (اے رسول! فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو

(۱)-لطائف اشرفی مترجم، حصہ اول، صفحہ ۵۰۳، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۵۷، مطبوعہ کراچی پاکستان

تو میری پیروی کرو) پس سلوک وطریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، تابع پابند ہے اپنے متبوع کے حکم کا انھیں لوگوں کے حق میں ہے ماسوا سے کلی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (ہوا) سے قطعی گریزاں رہے، اسی طرح دنیاوی خیر وشر کی طرف التفات نہ کرے، کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہے، جس کو یہ دولت دارین (ولایت) مل گئی ہے اس کو تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔(۱)

رسول اکرم کی کامل پیروی:

آپ نے فرمایا: سلوک میں اگر بارگاہ نبوی وسرکار مصطفوی کی فرمانبرداری وطاعت کے راستے سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزلِ مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے، جیسا کہ بعض اگلوں میں اپنے مرکب سلوک کو بلاواسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے، درگاہ نورالانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔(۲)

بزرگوں کی سیرت اپنانا ضروری ہے:

آپ نے فرمایا بزرگوں کے کلمات اور صالحین کی حکایات بہت اثر رکھتی ہیں، لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا، راہ رو طریقت اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔(۳)

سلوک کیا ہے:

آپ نے فرمایا ''السلوك هوالخروج عن الصفات البشرية والدخول فی مقامات العليا'' صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیا میں داخل ہونا سلوک ہے۔(۴)

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۵۹، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۳۷۷، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۳)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۵، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۴)لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۳۶۶، مطبوعہ کراچی پاکستان

مشاہدہ کیا ہے:

آپ نے فرمایا: ''المشاهدة هی معاينة الوجود فی مراة روية المقصود بعين اليقين المفقود'' وجود کا آئینہ میں معائینہ کرنا ہے اور چشم یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔ (۱)

ارادت کیا ہے:

آپ نے فرمایا ''الارادة ھوتوفيق الارادةعلیٰ مراد اصحابه'' ارادت کے معنیٰ ہیں اپنے ارادوں کو دوستوں کی مراد کے موافق کرلینا۔ (۲)

راہِ سلوک کا علم:

آپ نے فرمایا: شیخ کے لئے ضروری ہے کہ راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو، کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے تو وہ اس سے عہدہ برآ ہوسکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کرسکے۔ (۳)

شیخ کے لئے ہدایت:

آپ نے فرمایا: اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے، اس لئے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس شیخ کی شیوخت حب جاہ پر مبنی پر ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ (۴)

مریدین کے لئے تربیت:

آپ نے فرمایا: جہاں تک ممکن ہوسکے اپنے مرشد استاد اور والدین کی جانب

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۴۷۲، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۶۷۶، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۳)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۴۲۲، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۴)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۸۱۲، مطبوعہ کراچی پاکستان

بغیر وضو نظر نہ کرے، اسی طرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہئے، دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے، جب تک ان کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیر ومرشد کھڑے ہو تو خود بھی کھڑا ہو جائے، گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیش قدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانے پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو، جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنے اوپر لازم سمجھے، پیر ومرشد کے سامنے نوافل بھی نہ ادا کرے، اسی طرح دوسرے اوراد وظائف بھی اس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شئی بالاتر نہیں، مرشد کا دیدار ان سب سے بالاتر ہے۔ (۱)

دیدار مشائخ کے فوائد:

آپ نے فرمایا: فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بعد اصحاب طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردان نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے، اس لئے کہ ان کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا، خاص طور پر اپنے پیر ومرشد کی نگاہ لطف وکرم مرید کے لئے اکسیر دولت ہے، نامعلوم کس وقت مریدان کی نگاہ اکسیر سے کندن ہوکر صاحب اسرار بن جائے۔ (۲)

زیارت قبور کے فوائد:

آپ نے فرمایا: اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہئے کہ بعض ارباب طریقت اور اصحاب معرفت نے اپنے مقصود حقیقی کو ان قبور کی زیارت وملازمت ہی سے حاصل کیا ہے۔ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کے لئے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمہاری جانب اس کی توجہ زیادہ ہوگی، دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤ گے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کروگے تو

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۶۷۶، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلداول، صفحہ ۶۷۲، مطبوعہ کراچی پاکستان

صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔(۱)

واعظین کے لئے ہدایت:

آپ نے فرمایا: واعظ کو چاہئے کہ اس کی نظر خدا پر ہو اور کوئی آرزو نفس کی نہ رکھتا ہو بلکہ وعظ کے وقت اپنے کو خالی ذہن کر کے اپنی زبان کو مثل نادان کے سمجھے جس سے معارف کا پانی بہتا ہے، جب تک وعظ کے لئے دل میں کیفیت نہ پیدا ہو کچھ نہ کہے، کیوں کہ بغیر کیفیت وعظ کیا جائے تو اس میں لطف نہ ہوگا اور سننے والوں کے ذوق وشوق میں اضافہ نہ ہوگا۔(۲)

صدقہ قبول ہونے کے شرائط:

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صدقے کے قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرطیں صدقہ دینے سے پہلے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ حلال کمائی سے دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ صالح لوگوں کو دے تا کہ خرابی باتوں پر خرچ نہ ہو۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت کی ہیں، ایک یہ کہ صدقہ خوش دلی اور عاجزی کے ساتھ دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر کے دے اور پانچویں شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے کا ذکر زبان پر نہ لائے، احسان نہ جتائے ''لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى''(۳) نہ ضائع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر۔(۴)

ہدایت کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں:

آپ نے ارشاد فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کرنے کے لئے معصوم ہونا شرط

(۱)-لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۶۷۲، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۲۲۸، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف
(۳)-پ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۹۲
(۴)-لطائف اشرفی مترجم، حصہ سوم، صفحہ ۳۷۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ شرط عائد کی جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجائے گا، جب صحابہ معصوم نہ تھے تو دوسرے لوگ کس طرح معصوم ہو سکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ میں امر بالمعروف نہیں کروں گا جب تک خود ان پر عمل نہ کروں اور نہی عن المنکر بھی نہیں کروں گا جب تک منع کردہ کاموں سے چھٹکارہ نہ پالوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' بل مروابالمعروف ان لم تعملوا به کله ونهوامنه عن منکر وان لم تجتنبوا کله ''(بلکہ دوسروں کو نیک باتوں کا امر کرو، اگرچہ تم تمام پر عمل نہ کرو اور برے کاموں سے منع کرو اگرچہ تم تمام برے کاموں سے پرہیز نہ کرسکو)، اسی طرح سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو تو پھر امر بالمعروف کا فرض ادا نہیں ہوسکتا، لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ واعظ لوگوں کو ان کے علم کے مطابق ان کی بدکاری کے بارے میں امر کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس نے اپنی اصلاح کر لی ہو اور لوگوں کے دلوں پر زیادہ چڑھائی نہ کرے اس سے زیادہ ذمہ داری نہیں ہے۔(۱)

مومن کے قلب کی خوبی:

آپ نے ارشاد فرمایا: روحوں کے درمیان محبت و الفت کی لطافت دوسری ہی نوعیت کی ہوتی ہے، مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، حق تعالیٰ کے احوال و احکام بندے کے قلب پر ظاہر ہوتے ہیں، وہاں سے اعضا و جوارح میں سرایت کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ہر بات پہلے عرش پر ظاہر ہوتی ہے، وہاں سے عالم ملکوت اور عالم ناسوت میں سرایت کرتی ہے، اسی بنا پر قلب کو عرش ثانی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس کی وسعت اور پھیلاؤ عرش سے کم نہیں ہے۔(۲)

(۱)-لطائف اشرفی مترجم، حصہ سوم، صفحہ ۴۰۷، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)-لطائف اشرفی مترجم، حصہ سوم، صفحہ ۴۲۱، مطبوعہ کراچی پاکستان

موت کا ذکر:

آپ نے ارشادفرمایا: اگرکوئی شخص ہمہ وقت موت اور عذاب کے فرشتوں کا ذکر کرتا رہے اور دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہوتو اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، کیوں کہ بعض لوگوں میں خوف وہراس سہنے کی قوت نہیں ہوتی، قوت برداشت اس وجہ سے کم ہوتی ہے کہ ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور انھیں انشراح حاصل نہیں ہوتا، اگران کا دل کھل جائے تو خواہ ہزارطرح کے غم ہوں سب برداشت ہوجاتے ہیں، قلب کی سستی اور تنگی کا سبب یہ بھی ہے کہ جو احوال لوح، کرسی اور عرش وغیرہ سے نازل ہوتے ہیں قلب ان سے کوئی اثرنہیں لیتا، موت کے ذکر سے اعضا اور جوارح کی حرکت رک جاتی ہے۔ (۱)

وضو کے اقسام:

آپ نے فرمایا: جس طرح نماز شریعت کے لئے شرائط ہیں ویسے ہی نماز اور وضو طریقت کے بھی شرائط ہیں، عوام کا وضو اعضا کا دھونا ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے، خواص کا وضو دل کو برائیوں سے پاک کرنا ہے اور خاص الخاص جو ارباب حقیقت ہیں ان کا وضو اپنے باطن کو خطرۂ ماسوی اللہ سے پاک کرنا ہے اور جس طرح بے طہارت بدن نماز درست نہیں ویسے ہی بے طہارت دل معرفت جائز نہیں۔ (۲)

نماز کے فوائد:

آپ نے فرمایا: نماز میں مختلف قسم کی عبادتیں شامل ہیں، اس میں ربوبیت کا اقرار ہے، خضوع اور طلب حاجت ہے، گناہوں سے بازگشت اور برے کاموں سے بچاؤ ہے، دنیا کے تمام موجودات جو عبادات کرتے ہیں وہ نماز میں شامل ہیں، درخت اور پہاڑ وغیرہ قیام میں ہیں اور وہ نماز کا رکن ہے، چوپائے اور درندے وغیرہ رکوع میں ہیں یہ بھی نماز کا رکن ہے، گھاس خس اور بعض حیوانات غیر ناطق جیسے مینڈک وغیرہ قعود میں ہیں اور وہ نماز کا رکن ہے، بعض کیڑے مکوڑے مثل سانپ، بچھو وغیرہ کے اور بعض جانور جو منہ

(۱)- لطائف اشرفی مترجم، حصہ سوم، صفحہ ۴۲۲، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۲)- لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۴۹، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف

کے بل چلتے ہیں سجود میں ہیں اور یہ بھی نماز کا رکن ہے۔ غرض دنیا میں کوئی مخلوق اور موجود عبادت سے خالی نہیں ہے اور ان سب کی عبادتیں نماز میں جمع ہیں۔ (۱)

روزہ کی عظمت:

آپ نے فرمایا: روزہ تمام عبادتوں سے افضل ہے، کیوں کہ اس میں ریاضت ، مجاہدہ، مشاہدہ، سخاوت، کرامت اور روشنائی، روحانی وجسمانی شامل ہے، بے خوابی پیدا ہوتی ہے اور دل بیدار ہوتا ہے۔ (۲)

عبادت کی پابندی:

آپ نے فرمایا: بندہ کے لئے بغیر عبادت کے کوئی چارۂ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہئے اور کریم کو کرم سزاوار ہے اور اس کو بندگی میں اس طرح مستغرق ہوجانا چاہئے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو بلکہ محض اطاعت خداوندی میں یہ بندگی ہونی چاہئے، اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار بھی نہ پائے جب بھی اس سے نہ رکے۔ (۳)

ظاہر وباطن کو سنوارنا:

آپ نے فرمایا: اپنے اعضا کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے سنوارنا فیض الٰہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے ورود کا باعث ہے۔ (۴)

خدمت خلق:

آپ نے فرمایا: خدمت خلق سعادت کی نشانی ہے، جو شخص مخلوق کی خدمت اختیار کرلے گا تو وہ خالق کی خدمت کی دلبر ہوگا، خدمت خلق نوافل سے بہتر ہے۔ (۵)

(۱)- لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۴۹، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف
(۲)- لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۵۳، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف
(۳)- لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۸، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۴)- لطائف اشرفی اردو، جلد اول، صفحہ ۱۸، مطبوعہ کراچی پاکستان
(۵)- لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۳۳۵، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف

شفقت سے پیش آنا:

آپ نے فرمایا: مخلوق میں انسانوں کے تعلق سے پسندیدہ اور بہترین صفت شفقت کرنا ہے، جسے یہ نعمت کلی طور پر حاصل ہوجائے اسے ثمرۂ حقیقی بھی بخشا جاتا ہے، حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ اس شخص کی ذات میں شفقت ومہربانی کی صفات پیدا ہوجاتی ہے"ذَالِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُوتِیہِ مَن یَشَاءُ" (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لیا چاہئے کہ جب کسی شخص پر شفقت ومہربانی کی جائے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالیا جائے تاکہ شفقت کرنے والا اس صفت سے منسوب کیا جائے کہ یہ نسبت، سعادت وعنایت کا بلندترین مقام ہے۔ (۱)

بخل کی مذمت:

آپ نے فرمایا: خدا کسی مسلمان کو بخیل نہ بنائے، کیوں کہ بخل کافروں کی خاصیت ہے، ان کے بخل کا انتہائی ثبوت یہ ہے کہ ان کے لئے ناخن سے پہاڑ کھودنا آسان ہے لیکن کلمہ زبان پر لانا دشوار ہے، بعض درویشوں نے اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا جائز سمجھا ہے، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض ازواج کو ایک ماہ کی خوراک بعض کو چھ ماہ کی خوراک عطا فرماتے تھے لیکن آپ کے فعل میں حکمت تھی، سست عقیدہ کم ہمتوں کو اس فعل سے سند لینا مناسب نہیں۔ (۲)

غلط رسوم کی مذمت:

آپ نے فرمایا: ہمارے زمانے میں کچھ باتیں رواج پا گئی ہیں، جنھیں اسلامی رسوم کہا جاتا ہے لیکن ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو پہلے زمانے میں تھا بلکہ ان رسموں کی بوتک نہیں پائی جاتی ہے، مزید فرماتے ہیں کہ بری رسم فی الحقیقت شریعت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوتی ہے اس لئے ناپسندیدہ اور نامقبول ہوتی ہے۔ (۳)

---

(۱) - لطائف اشرفی اردو، جلد سوم، صفحہ ۳۹۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

(۲) - لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۲۲۱، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف

(۳) - لطائف اشرفی اردو، جلد سوم، صفحہ ۳۸۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

کبیرہ گناہوں کی تفصیل:

آپ نے فرمایا: گناہ کبیرہ کی تعداد سولہ ہے۔ دو کبیرہ ہاتھ کے ہیں، ایک چوری کرنا اور دوسرا بغیر کسی وجہ کے مومن کا قتل کرنا۔ چار زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اول گالی بکنا، دوم جھوٹ بولنا، سوم باعصمت عورت پر بہتان باندھنا، چہارم جھوٹی قسم کھانا۔ تین گناہ پیٹ کے ہیں۔ پہلا سود کھانا، دوسرا شراب نوشی اور تیسرا یتیم کا مال کھانا۔ دو پوشیدہ اعضا کے ہیں۔ ایک زنا اور دوسرا لواطت۔ ایک کبیرہ پاؤں کا ہے اور وہ جہاد سے بھاگنا ہے۔ چار کبیرہ کا تعلق دل سے ہے۔ پہلا اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، دوسرا گناہ پر اصرار کرنا، تیسرا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجانا، چوتھا مکر (خفیہ تدبیر) سے خود کو محفوظ سمجھنا۔ (۱)

سفر کے اقسام اور اغراض:

آپ نے فرمایا: فوائد سفر اس قدر ہیں کہ ان کی شرح نہیں ہوسکتی، سب سے اعلیٰ سفر سفرِ جہاد ہے، اس کے بعد سفرِ حج اس کے بعد سفرِ زیارت مرقد رسول علیہ السلام بعد ازاں زیارتِ مسجد اقصیٰ، اس کے بعد زیارت مشائخ اور برادرانِ صالح اور ان سب کے بعد ردّ مظالم کے لئے اور نیز حصول عبرت کے لئے سفر کرنا چاہئے، لیکن دل میں خوشی کے لئے اور شہر کی سیر کے لئے سفر کرنا مذموم ہے۔ (۲)

فروعات کے مسائل میں توافق ممکن ہے:

آپ نے فرمایا: فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے، مثلاً ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا، جبکہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (تو ان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً مارنے کا حکم ہے، تاکہ وحدت الٰہی میں شرکت کرنے والے اور توحید لامتناہی میں ساجھی بنانے والے وادیٔ شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہوجائیں اور آئندہ زندگی میں صاحب یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر

---

(۱) - لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۸، مطبوعہ کراچی پاکستان

(۲) - لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۶۲، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف

آتیں، ذمی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، وہ صرف اطاعت کرتا ہے، دراصل اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی، اس نے صراط مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا، آیات کریمہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝" (اور میں نے جن اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے، یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اُسی پر اکتفا کیا کہ ذمی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے، کیوں کہ اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔

بیت

اگر کافر زبت آگاہ گشتے   کجا در دین خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست   بدانست کہ دیں در بت پرستیت

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا، اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لئے ہے، خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔

بیت

اگر نقش رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

ترجمہ: اگر تمام اشیاء میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات و عزیٰ کی پرستش کبھی نہ کرتے۔ (۱)

کافروں کی عبادت گاہوں پر مسجد کی تعمیر کا حکم:

آپ نے فرمایا: کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں

(۱) لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۲۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

کوئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے، ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بیں آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اِس امر شنیع میں اوامر ونواہی کے احکام ترک کئے گئے، وجہ ظاہر ہے کہ اس مسلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادات خدا کے لئے ہیں، خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو، خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔

رباعی

اے تیر غمت رادلِ عشاق نشانہ   خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
کہ معتکف دیرم وگہ ساکنِ مسجد   یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے، مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے، میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں، کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں، یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

مسئلے کے واضع کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی، اس لئے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے بحال رکھے جائیں، کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لئے ہیں، اگر بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔

اگر چہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے اس کا باطن اسلام ہوتا ہے جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ شخص اس کو اسلام بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لئے سختی سے منع فرمایا تا کہ اسلام کی اشاعت ہو اور دین کے امور کمال اور عظمت حاصل کریں۔ (۱)

اس مجموعہ میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہُ کی علمی خدمات کے حوالے سے صرف چند نمونے پیش کئے گئے، اگر آپ کی تمام علمی خدمات کا تفصیلی جائزہ

(۱) لطائف اشرفی اردو، جلد دوم، صفحہ ۱۲۹، مطبوعہ کراچی پاکستان

پیش کیا جائے اور ان سب کا احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے اوراق زندگی اور دینی ومذہبی خدمات کے باب میں یہ ایک ایسا اہم اور طویل الذکر موضوع ہے جس کے سارے گوشوں پر کوئی ماہر علم وفن ہی کما حقہ بحث کرسکتا ہے اور اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اسے شرف قبولیت بخشے اور ہم سبھوں کو فیضان مخدومی سے مالا مال کرے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

تمت بالخیر

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی
خادم افتا واستاذ حدیث وفقہ
ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی
۱۵ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ / مطابق ۱۳ دسمبر ۲۰۱۹ء

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین ومترجمین
۱	قرآن کریم	منزل من السماء
۲	اشرف البیان	سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی
۳	معارف القرآن	حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی
۴	صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری
۵	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ
۶	مشکوۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی
۷	طبرانی شریف	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
۸	رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن قشیری
۹	عوارف المعارف	ابوحفص شہاب الدین سہروردی
۱۰	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۱	مرأۃ الاسرار	شیخ عبدالرحمن چشتی
۱۲	لطائف اشرفی اردو	شیخ نظام یمنی مترجم علامہ محمد شمس بریلوی
۱۳	صحائف اشرفی	سید علی حسین اشرفی میاں
۱۴	مکتوبات اشرفی	سید عبدالرزاق نور العین
۱۵	تاریخ سمناں	عبدالرفیع
۱۶	لطائف اشرفی اردو	شیخ نظام یمنی مترجم مولانا ممتاز اشرفی
۱۷	محبوب یزدانی	سید نعیم اشرف جائسی
۱۸	بزم صوفیہ	ڈاکٹر صباح الدین عبدالرحمن

۱۹	گلزار ابرار	غوثی شطاری
۲۰	تذکرۂ علمائے ہند	مولوی عبدالرحمن
۲۱	الاعلام جلد سوم	عبدالحی رائے بریلوی
۲۲	اشرف سمناں حیات وافکار	سید شمیم اشرف کچھوچھوی
۲۳	لطائف اشرفی اردو	شیخ نظام یمنی مترجم سید حکیم عبدالحی اشرفی
۲۴	داستان تاریخ اردو	پروفیسر حامد حسن قادری
۲۵	تاریخ آثار بنارس	عبدالسلام نعمانی
۲۶	مخدوم الاولیا	مفتی محمود احمد رفاقتی
۲۷	مسلمان اور ہندوستان	بدر القادری مصباحی
۲۸	اسلامی کتب خانے	الحاج محمد زبیر
۲۹	نور العین	سیدہ آل فاطمہ کچھوچھوی

مؤلف کی دیگر تصنیفات وتالیفات

مطبوعہ تصانیف

☆ فقہ اور فتاویٰ کی تدوین وتاریخ
☆ بنگال اور اسلام (ایک تاریخی ومذہبی جائزہ)
☆ مطلقہ عورت کے نان ونفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے
☆ مخدوم سمناں کا تاریخی سفر (سمنان سے کچھوچھہ تک)
☆ اشرف الاولیاء حیات وخدمات
☆ تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت
☆ استاذ العلماء مشرقی بہار کی ایک عبقری شخصیت
☆ قطب المشائخ حیات اور کارنامے

غیر مطبوعہ تصانیف

☆ خصائص فتاویٰ رضویہ
☆ تحقیقی مسائل
☆ تذکرہ مشائخ کچھوچھہ
☆ اسلام میں والدین کا مقام
☆ برکات رمضان
☆ خطبات کمال

☆☆☆☆☆